احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ

نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۲۶ — 26 — قیمت بارہ روپے — جنوری ۱۹۹۷ء

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

۱۴۱۰

حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر

احیائے تصوف کا علمبردار اور

اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم

مدیر و ناشر:
ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:
ریگو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

خط و کتابت اور مضامین
بھیجنے کا پتہ:
مکان نمبر D-102
سیٹلائٹ ٹاؤن
سیدپور روڈ،
راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور
رجسٹری بھیجنے کا پتہ:
فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14
کینگری 17 ، آئی ایٹ ون،
اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

مضامین خطوط اور خبروں کے مندرجات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 ـ 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد
سے چھپوا کر A-358 ، سیکٹر G-6/1-1 ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

تفکر و تذکر

عروج انسانی

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن مجید میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہٗ لنریہ من اٰیتنا انہ ھو السمیع البصیر۔ پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے، تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا۔

یہ وہی واقعہ ہے جو اصطلاحاً "معراج" یا "اسراء" کے نام سے مشہور ہے اور جو معتبر روایات کی رو سے واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ اس واقعے کی تفصیل جن صحابہ سے مروی ہے ان میں حضرت انس بن مالک، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوہریرہ، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس حضرت ابو سعید خدری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عائشہ اور متعدد صحابہ کرام شامل ہیں۔ ان تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ جبرائیلؑ رات کے وقت آپ کو اٹھا کر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک براق پر لے گئے۔ وہاں سے آپ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر وہ آپ کو عالم بالا کی طرف لے چلے اور وہاں مختلف طبقات سماوی میں جلیل القدر انبیاء سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آخر آپ انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے اور اس حضوری کے موقع پر دوسری اہم ہدایات کے علاوہ آپ کو پانچ وقت کی نمازوں کی فرضیت کا حکم ہوا۔ اس کے بعد آپ بیت المقدس کی طرف پلٹے اور وہاں سے مسجد حرام واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں آپ کو جنت اور دوزخ کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ معراج کبریٰ ہے جس کی نظیر تاریخ انسانی نہ اس سے قبل پیش کر سکی ہے اور نہ کبھی آئندہ پیش کر سکے گی۔ جلیل القدر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی روحانی نوعیت کی یا خواب میں ہونے والی معراج نہیں تھی بلکہ اس کی نوعیت جسمانی تھی جو عالم بیداری میں پیش آئی۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدیم المثال واقعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ عروج انسانی کی آخری حد ہے، چاہے ہم انسان کے مادی عروج کی بات کریں، یا روحانی عروج کی، یا معاشرتی اور اخلاقی ترقی اور بلندی کی بات کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک حیات اور آپ کی اسوہ حسنہ تا قیام قیامت جملہ نوع انسانی کے لئے نمونہ کامل ہیں اور حسن و خوبی میں ان سے آگے بڑھنا ہرگز کسی انسان کے لئے ممکن نہیں۔ چنانچہ بنی نوع انسان میں سے اگر کوئی فرد بشر زندگی کے کسی میدان میں عروج و ترقی کی منزلوں کا جویا ہو تو اس کے لئے ان منزلوں کے حصول کا بہترین راستہ سیرت و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اہل اسلام جملہ نوع انسانی سے زیادہ خوش قسمت ہیں کہ ان کے آگے خاتم النبیین کی تابندہ مثال ہمہ وقت موجود ہے جس کو اپنا کر دونوں جہانوں میں کسی بھی عظیم کامیابی کا حصول ہرگز مشکل نہیں۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ واقعہ معراج انسانی عروج کی عظیم ترین مثال ہے کیونکہ اگر اس واقعے کے صرف جسمانی اور مادی پہلو کو ہی لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی جملہ ترقیوں کے باوجود دور حاضر کا انسان نظام شمسی سے باہر نہ رسائی حاصل کر سکا ہے اور نہ مستقبل میں اس کا کوئی واضح امکان موجود ہے۔ جبکہ آج سے چودہ سو سال قبل حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی ان بلندیوں تک اپنے جسم مادی کے ساتھ تشریف لے گئے جن کا تصور بھی جدید دور کے انسان کے لئے امر محال ہے۔

مگر اس حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ حیات انسانی کے ہر دور میں انسانوں کو ان کے ان لامحدود قوتوں کا احساس دلاتا رہے گا جو خالق حقیقی نے انہیں ودیعت کر رکھی ہیں اور ان قوتوں کے استعمال کی صحیح سمت متعین ہونے کی صورت میں عروج وترقی کی کسی بھی منزل کا حصول ناممکن نہیں خداوند تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے سب سے مؤثر قوت قوت عشق ہے۔ یاد رہے کہ عشق کا جذبہ ہر قلب انسانی کے اندر موجود ہوتا ہے لیکن اس جذبے کا اظہار مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ کئی موقعوں پر تو ممکن ہے کہ اس کا اظہار سفلی اور حیوانی خواہشات کی تکمیل کی صورت میں ہو لیکن وہ اہل عشق جو اہل علم اور اہل عقل بھی ہوں اس اعلیٰ انسانی جذبے کو مادی اور روحانی دنیا میں عروج و کمال کی جملہ منزلوں کے حصول کے لئے کام میں لاسکتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ قوت عشق کا مصرف صحیح نہ ہونے کی صورت میں یا اس قوت کو یکجا اور یکسو کرنے میں ناکامی کی صورت میں یہ قوت ضائع DISSIPATE ہوجاتی ہے اور ایسے عشق کا حامل عموماً یا تو ترقی کی کسی ابتدائی اور خام سطح سے آگے نہیں بڑھ پاتا اور یا اس قوت کے منفی استعمال کی صورت میں دنیوی اور اخروی نقصان کا بھی شکار ہوجاتا ہے لیکن اگر اس قوت کو یکسوئی کے ساتھ کسی اعلیٰ منزل کے حصول کے لئے کام میں لایا جائے تو ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے جاسکتے ہیں جو تاریخ انسانی کا ماتھے جھومر بن جاتے ہیں۔

پس زندگی کے ہر شعبے میں چاہے وہ دین و تصوف اور عبادت و طاعت و ریاضت کا میدان ہو یا تعلیم و تحقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی کا، معیشت وتجارت ہو یا سیاست وجہانبانی، قوت عشق کے صحیح استعمال کے بغیر کوئی بڑا کام انجام دینا قرین قیاس نہیں ہے۔

یہاں میں نوجوان نسل خصوصاً طلباء سے یہ بات زور دے کر کہوں گا کہ اگر آپ نے تعلیم کے میدان میں عروج کی منزل تک رسائی پانی ہے تو کتاب سے عشق پیدا کریں۔ طالب علموں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے قوت تخیل اور تصور کو ہمیشہ علم اور کتاب کی طرف مرکوز رکھیں اور ان قوتوں کو پراگندہ ہونے نہ دیں۔ جب آپ کی متعین کردہ منزل آپ کے تخیل، آپ کے تصور اور آپ کے عشق کا مرکز اور محور ہو تو اس کا حصول ہرگز ناممکن نہیں ہے اور اس سلسلے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ میں خوبصورت نمونۂ عمل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے عروج وترقی کی ہر منزل کو ہمارے لئے آسان بنائے۔ آمین

بقیہ آپ کے مسائل اور ان کا حل

جواب نمبر ۵۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اپنی اپنی اقتصادی حالت کے پیش نظر میت کو ثواب پہنچانے کی خاطر عوام، علماء، غربا، صلحا، فقرا اور مساکین کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے۔ ترغار وا اور باعث ثواب ہے۔

جواب نمبر ۶۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی دورہ مجموعی طور پر بلتستان کے تمام خطوں پر محیط ہے۔ مزید تفصیل اور جزئیات جاننے کے لئے آپ کتب تاریخ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

جواب نمبر ۷۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خیراتی چیزیں ہر مناسب مقام پر کھائی جاسکتی ہیں خواہ وہ مسجد ہو یا کوئی اور جگہ۔ تاہم خیراتی چیز کا پاک ہونا یعنی مال حلال کا ہونا ضروری ہے۔ اگر مال حرام ہو تو اس کا کوئی مفید نتیجہ کھلانے والے کے حق میں برآمد نہیں ہوگا۔

جواب نمبر ۸۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جی ہاں۔ عاشورا کے موقع پر آپ حسب توفیق خیرات بانٹنے کے لئے ذبح کریں، سبیل لگائیں، تعمیر مسجد کے لئے چندہ دیں، دینی اداروں کے ساتھ مالی تعاون کریں۔ آپ کے لئے اخروی نجات کا سامان تیار ہوگا۔ تاہم اخلاص کے ساتھ ان کاموں کی انجام دہی ضروری ہے اخلاص کے فقدان کی صورت میں نتیجہ برعکس برآمد ہوگا۔

امید ہے کہ محترم غلام محمد صوفی صاحب اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوجائیں گے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

ولو اشتبہ الوقت و صلیت فیہ ثم تبین ان وقعت فی الوقت او بعدہ فلا قضاء علیک و ان وقعت قبل الوقت و جبت الاعادۃ اداء او قضاء۔

ترجمہ

اگر نماز کا وقت غیر یقینی ہو جائے، آپ نے اس غیر یقینی وقت میں نماز پڑھ لی پھر خوب پتہ چل جائے کہ نماز کا پڑھنا اپنے وقت میں یا اپنے وقت کے بعد وقوع پذیر ہوا ہے تو اس صورت میں آپ کے ذمے پر کوئی قضا واجب نہیں ہوگی۔ اگر نماز کا پڑھنا اپنے وقت سے بھی وقوع پذیر ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں بطور ادا یا بطور قضا اس نماز کا دوبارہ پڑھ لینا واجب ہوگا۔

وضاحت

فقہ احوط کی مندرجہ بالا عبارتوں میں وقت نماز کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی بھی فرض نماز کی بجاآوری اس کے اپنے وقت پر شرعاً درست ہوا کرتی ہے۔ اگر کبھی موسمی حالات کے پیش نظر کسی کو کسی بھی فرض نماز کا وقت متحقق ہونے کا یقین نہ ہو سکے اور آدمی اس بارے میں تذبذب کا شکار ہو، تاہم اس نے اسی غیر یقینی حالت میں نماز کی ادائیگی کر لی۔ اس کے بعد رسمی حالات وغیرہ سے پتہ چل جائے کہ جو نماز اس کی طرف سے وقوع پذیر ہوئی ہے وہ اپنے وقت ہی میں وقوع پذیر ہوئی ہے۔ یہاں پر کوئی اشکال نہیں وہ فرض کی ادائیگی سے سبک دوش ہو گیا۔ اگر پتہ چل جائے کہ جو نماز اس نے پڑھی ہے وہ اپنے وقت کے گزر جانے کے بعد وقوع پذیر ہوئی

ہے، اس صورت میں بھی وہ فرض کی بجاآوری سے شرعاً سبک دوش قرار پاتا ہے کیونکہ قضاً اس کی طرف سے نماز کی بجاآوری کر دی گئی ہے۔ اس پر مزید کوئی عمل باقی نہیں رہے گا۔ اگر یوں پتہ چل جائے کہ جو نماز اس نے غیر یقینی وقت میں پڑھ لی ہے وہ اپنے وقت سے بھی پہلے وقوع پذیر ہوئی ہے۔ یہاں پر شرعاً اس کے ذمہ نماز کی بجاآوری باقی رہ جاتی ہے۔ اگر وقت نماز باقی ہو تو ادا کے طور پر دوبارہ نماز مذکور کا پڑھنا واجب ہو جائے گا۔ اگر نماز کا وقت فوت ہو چکا ہو تو قضا کے طور پر نماز کا پڑھنا واجب ہوگا۔ اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ کسی بھی فرض نماز کی بجاآوری اس کے اپنے وقت میں ہی شرعاً درست ہے۔ کسی فرض نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اگر کوئی فرض نماز کی بجاآوری کرے تو فرض کی بجاآوری سے وہ شرعاً سبک دوش نہیں ہو سکے گا۔ ہاں جو فرض نماز اس نے وقت داخل ہونے کے گمان کے تحت بجالائی ہے وہ عام نفل میں بدل جائے گی اور اسے نفل کا ثواب مل سکے گا گویا اس کا عمل سو فیصد رائیگان نہیں جائے گا۔

(جاری ہے)

شمالی علاقہ جات میں مردم شماری کے مطابق حاصل شدہ اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

ضلع سکردو کل آبادی = 268708
نور بخشی آبادی = 20%
ضلع گانچھے کل آبادی = 94512
نور بخشی آبادی = 95%
ضلع گلگت کل آبادی = 253020
نور بخشی آبادی = 1%
ضلع دیامیر کل آبادی = 199239
نور بخشی آبادی = صفر
ضلع غذر کل آبادی = 117534
نور بخشی آبادی = صفر
شمالی علاقہ جات کل آبادی = 933013
نور بخشی آبادی = 22.35%

منجانب نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

(گزشتہ سے پیوستہ)

قرآن مجید

مولوی عبدالحمید فاضل عربی ایم-اے-بی-ایڈ

الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلواۃ و مما رزقناھم ینفقون۔

معانی

الذین-(اسم موصولہ) وہ لوگ
یؤمنون-ایمان رکھتے ہیں۔
یقیمون-قائم کرتے ہیں۔
رزقناھم-ہم نے ان کو رزق عطا کیا۔
ینفقون-خرچ کرتے ہیں۔

ترجمہ

وہ لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو رزق انہیں عطا کیا ہے اس میں سے عطا خرچ کرتے ہیں۔

تشریح

اس آیت کریمہ میں متقین کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔پہلی صفت غیب پر ایمان رکھنا ہے، جس کی تفصیل گذشتہ قسط میں بیان ہو چکی ہے۔متقین کی دوسری اہم صفت نماز قائم کرنا ہے۔یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں نماز کا ذکر ہوا ہے اقامت نماز ہی کا حکم ہوا ہے نماز پڑھنے کا نہیں۔

اقامت نماز سے مراد

نماز پڑھنا اور ہے نماز قائم کرنا اور۔مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز اس کے جملہ صوری اور معنوی آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے ادا کی جائے۔

نماز کے صوری آداب

نماز کے صوری آداب یہ ہیں کہ اسے سنت نبویؐ کے مطابق ادا کیا جائے اور نماز کی شرائط، ارکان اور سنتوں کا مکمل خیال رکھا جائے۔(تفصیلات کے لئے فقہ الاحوط باب الصلواۃ کا مطالعہ فرمائیں)

نماز کے باطنی آداب

نماز کے معنوی اور باطنی آداب یہ ہیں کہ نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا ہو۔بندہ اللہ کی بارگاہ میں یوں کھڑا ہو کہ وہ درجہ احسان پر فائز ہو جائے۔یعنی ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔یعنی تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو (یہ تصور کر لو) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا۔لا صلواۃ الا بحضور القلب حضور قلب کے بغیر کوئی نماز نہیں۔قرآن مجید تو بعض نمازیوں کے لئے بربادی کا پیغام دیتا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔بربادی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔یعنی بے اعتنائی کے ساتھ نماز پڑھنے لگتے ہیں۔نماز کے لئے ذوق و شوق کا مظاہرہ نہ کرنا اور سستی اور کاہلی دکھانا اس بات کی علامت ہے کہ ایسے نمازیوں کے دل میں نفاق کی بیماری ہے۔اسی لئے آیات مبارکہ میں جا بجا نماز قائم کرنے کا حکم ہوا ہے۔کیونکہ نماز کو ارکان اسلام میں کلمہ شہادت کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں سب سے زیادہ نماز کی تاکید کی گئی ہے۔ایک جگہ ارشاد ہوا ہے اقم الصلواۃ لذکری

میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو یوں نصیحت فرماتے ہیں یابنی اقم الصلواۃ اے بیٹے نماز قائم کرو حدیث مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی تاکید یوں بیان فرمائی ہے۔ الصلواۃ فرق بین العبد و الکافر نماز بندہ مومن اور کافر کے درمیان (ایک بنیادی) فرق ہے۔ دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا اول ما سئل دن الصلواۃ ان قبلت قبلت ما سواھا و ان ردت ردت ما سواھا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو باقی اعمال بھی قبول کئے جائیں گے۔ اگر نماز قبول نہ ہوئی تو باقی تمام اعمال بھی رد کئے جائیں گے۔

خلاصہ کلام یہی ہے کہ اسی نماز کی قبولیت کی امید رکھنی چاہئے جو قیام نماز کی صورت میں ہو۔

متقین کی تیسری صفت انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس میں نفلی اور واجبی دونوں صدقات شامل ہیں۔ صدقہ واجبہ ارکان اسلام کا چوتھا بڑا رکن ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے الذین ینفقون فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ایک دانے کی طرح ہے جو سات سٹے اگاتا ہے اور ہر سٹے میں سو سو دانے ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ کی راہ میں ایک خرچ کرنے والے کو دس سے لے کر سات سو گنا اجر ملتا ہے۔ بلکہ اللہ جسے چاہے بے حساب عطا کرتا ہے۔ یہ قابل غور مقام ہے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ فلاں بینک یا بچت سکیم میں سب سے زیادہ منافع ملتا ہے تو ہم اپنا سرمایہ اسی بینک یا سکیم کے حوالے کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہماری رقم سے کما کر ہمیں زیادہ سے زیادہ دس یا گیارہ فیصد منافع دیتے ہیں، جبکہ اللہ اعلان فرماتا ہے کہ وہ ایک پر دس سے لے کر سات سو تک منافع عطا کرتا ہے بلکہ چاہے تو بغیر حساب بھی عطا کرتا ہے تو اب ہم اپنے ایمان کا اندازہ کریں کہ ہمیں بینک والوں کے منافع پر زیادہ بھروسہ ہے لیکن اللہ کے اعلان کردہ منافع پر زیادہ بھروسہ نہیں ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ دنیائے تصوف کی خبریں

یوم ولادت حضرت علیؑ کا انعقاد

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکردو کے زیر اہتمام مسجد شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سلائٹ ٹاؤن سکردو میں بسلسلہ یوم ولادت امام الاولیاء حضرت علی علیہ السلام ایک عظیم الشان تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب کے صدر صوفی غلام محمد صاحب اور مہمان خصوصی سید علی غورسیوی صاحب تھے۔ تقریب سے مدرسہ شاہ ہمدان کے طلباء و اساتذہ اور این وائی ایف کے اراکین نے خطاب کیا اور حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بیان کئے۔

محمد شمیم پریس سکریٹری

دم سم میں جشن ولادت حضرت علی علیہ السلام

NYF دم سم کے زیر اہتمام جشن ولادت باسعادت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بمقام خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ دم سم منایا گیا۔ صدر جلسہ مولوی محمد عباس صاحب تھے اور اخوند عبدالرحمن صاحب بطور مہمان خصوصی بلائے گئے تھے۔ تلاوت کلام پاک ممتاز علی دم سی نے کی اس کے بعد این وائی ایف کے صدر یعقوب علی، مولوی محمد عباس صاحب اور اخوند عبدالرحمان صاحب نے مولائے متقیان کے حضور خراج عقیدت پیش کیا۔

ممتاز علی دمسی

نوائے صوفیہ کو مبارک باد

مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ستروپی کے تمام اراکین نے ادارہ نوائے صوفیہ کے اراکین کو رسالے کی دوسری سالگرہ کے موقع پر مبارک باد دی ہے اور ادارہ کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔

معراج کا سفر نبی آخرالزمان کا عظیم معجزہ

محمد کاظم کریسی مقیم کراچی

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا" (سورۃ اسرائیل) "اور وہ آسمان برین کے سب سے بلند کنارہ پر تھا"" سورۃ النجم)

اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم جب وہ معراج سے اترے (سورۃ النجم) معراج کب ہوئی اس کے بارے میں علما کے دس قول ہیں۔

۱۔ ہجرت سے چھ ماہ قبل
۲۔ ہجرت سے آٹھ ماہ قبل
۳۔ ہجرت سے گیارہ ماہ قبل
۴۔ ہجرت سے ایک برس پہلے
۵۔ ہجرت سے ایک سال دو مہینے پہلے
۶۔ ہجرت سے ایک مہینے پہلے
۷۔ ہجرت سے پندرہ مہینے پیشتر
۸۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل
۹۔ ہجرت سے تین سال پہلے
۱۰۔ ہجرت سے پانچ سال پیشتر

"یہ اقوال فتح الباری باب المعراج سے ملتے ہیں آٹھ اقوال میں یہ رجحان ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اور بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی۔ یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہؓ پنج گانہ نماز کے فرض ہونے سے پہلے انتقال فرما گئیں۔ اس طرح معراج سنہ ۱۱ نبوت میں طائف کے سفر سے واپسی کے بعد کے مہینے میں ہوئی۔

ابن حزم کا بھی یہی بیان ہے جسے ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے لیکن عام خیال یہ ہے کہ وہ ماہ رجب کی ۲۷ ویں شب تھی مورخین اور سیرت نگاروں کا رجحان زیادہ تر نبوت کے بارہویں سال کی جانب ہے۔

عقل و خرد کا نذرانہ"

اسراء اور معراج کے واقعے نے فکر انسانی کو ایک نیا موڑ عطا کیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے آج کا انسان اس کا ادراک کر سکتا ہے خلائی جہاز کے ایجاد سے انسانوں کا خلا میں طویل سفر جسم و جاں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی قابل فہم تصدیق ہے چودہ سو سال پہلے وحی براق اسراء و معراج یعنی عالم بیداری میں جسم و جاں کے ساتھ افلاک کا سفر جنت اور دوزخ ناقابل فہم اور ناقابل یقین باتیں تھیں جن کی تصدیق کے لئے فکر و نظر کے سرمایہ کو داؤ پر لگانے والے علیؑ جیسی بالغ شخصیت کی ضرورت تھی۔

اسراء سے مراد رات کے ایک حصہ میں رسولؐ کا مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک براق پر تشریف لے جانا یہ زمینی سفر ہے معراج سے مراد آسمانی سفر ہے یعنی (بیت اللہ المقدس) سے سدرۃ المنتہیٰ تک عروج کرنا۔ معراج عروج سے مشتق ہے جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں اس لئے معراج زینے اور سیڑھی کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں تین مقامات پر اس واقعہ کا ذکر ہوا ہے سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے۔

وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت) کی نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ دوسرا مقام بھی سورۃ بنی اسرائیل کی ۶۰ ویں آیت ہے۔

اور جو نمائش ہم نے تمہیں دکھائی اس کو لوگوں کے لئے آزمائش کیا۔ تیسرا موقع سورۃ نجم کی ابتدائی آیات ہیں جن کا ترجمہ ہے تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے کہ تمہارا رفیق (محمدؐ) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ قرآن تو حکم خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے ان کو نہایت قوت والے

نے سکھایا (یعنی جبرائیلؑ) طاقتور نے پھر وہ پورے نظر آئے اور وہ (آسمان) کے اونچے کنارے میں تھے پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے تو وہ کمانوں کے فاصلے پر یا اس سے کم پھر خدا نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے جھوٹ نہ جانا کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو اور انہوں نے اس کو ایک بار بھی دیکھا پرلی حد کی بیری کے پاس رہنے کی جنت ہے جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کی کتنی ہی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے جنت اور دوزخ کے دکھانے کی درخواست کیا کرتے تھے ایک شب جبکہ آپؐ تنہا اپنے مکان میں سو رہے تھے جبرائیلؑ اور میکائیلؑ حاضر ہوئے اور کہا کہ وہاں چلئے جس کی آپ درخواست کرتے تھے۔ دونوں آپ کو مقام ابراہیمؑ اور زمزم کے درمیان لے آئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ حطیم (حجر) میں لیٹے ہوئے تھے ایک آنے والا آیا جو اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ یہ وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ہے پھر انہوں نے سینہ کے آخر سے ناف تک کا حصہ چیرا۔ دل کو نکالا اور اسے دھو کر ایمان وحکمت سے بھرا پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ آپ امہ ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے جبرائیلؑ آئے اور باہر لے گئے ام ہانی نے آپ کو موجود نہ پایا تو ڈریں کہ کہیں قریشی آپ کو ایذا نہ پہنچائیں۔

چوتھی روایت ابن اسحاق کے حوالے سے ہے رسولؐ نے فرمایا کہ میں مقام (حطیم) میں سو رہا تھا کہ جبرائیلؑ آئے پاؤں سے دبایا تو اٹھ کر بیٹھ گیا کسی کو نہ پایا تو لیٹ گیا دوبارہ ایسا ہوا تیسری بار جب میں اٹھا تو انہوں نے بازو سے پکڑ لیا اور مسجد کے دروازے کی طرف نکلے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوپایہ موجود ہے واقعہ معراج اور اسراء احادیث تفاسیر اور کتب سیرت میں متعدد طریقوں اور مختلف طور پر مذکور ہے بقول محدث زرقانی اسے ۴۵ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے جن میں حضرت علیؓ ابن مسعود انس بن مالک شداد بن اوس ابوذر غفاری جابر بن عبداللہ ابن عباس ابوہریرہ حذیفہ ابن یمان مالک ابن ابوسعید خدری ابی ابن کعب عائشہ وغیرہ۔

محمدؐ کلیم محمدؐ کلام

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک شب میرے گھر کی چھت کھلی اور جبرائیلؑ اترے میرا سینہ چاک کیا دل کو آب زم زم سے دھویا سونے کا ایک طشت حکمت اور ایمان سے بھر لائے اور میرے سینے میں ڈال کر سینہ بند کر دیا جبرائیل میرا ہاتھ پکڑ کر صفاء مروہ کے درمیان لائے جہاں براق کھڑا تھا وہ اونٹ سے کم اور دراز گوش سے بڑا تھا اس کا چہرہ آدمی کی طرح کان ہاتھی کی مانند گردن اونٹ کی سی اس پر بال گھوڑے کے مثل کر شیر جیسی پیر گائے کی طرح تھے سینہ گویا یاقوت سرخ کا دانہ تھا۔ رانوں میں پنکھ تھے جن سے وہ اپنے آپ کو ٹھیلتا تھا زرین بندھی ہوئی تھی سبک رفتاری کا یہ عالم کہ اس کا اٹھنے والا ہر قدم حدنگاہ پر پڑتا اس کے سم لمبائی میں اس کی جسامت کے برابر تھے اس جنتی براق کا نام جارود تھا حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا یہ براق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس پر سوار ہو کر وہ خانہ کعبہ کو زیارت کو آیا کرتے تھے انہوں نے رکاب تھامی۔ میکائیلؑ نے لگام پکڑی اس نے شوخی دکھائی مدتوں سے اس پر کوئی سوار نہ ہوا تھا۔ جبرائیل نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی قسم ان ہستی سے بزرگ تر کوئی تجھ پر سوار ہی نہیں ہوا یہ سن کر وہ لرزا اور پسینہ پسینہ ہو گیا پھر چپ چاپ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ میں سوار ہو گیا اس نے درخواست کی کہ قیامت کے دن میری پشت پر سوار ہوں جسے میں نے قبول کر لیا طبرانی کی روایت ہے کہ جبرائیل نے براق پر رسول اکرمؐ کو اپنے آگے سوار کیا عبداللہ ابن مسعود روایت میں جبرائیل آگے اور حضورؐ پیچھے بطور ردیف تھے جلو میں آگے پیچھے دائیں بائیں فرشتوں کی جماعتیں تھیں راستے میں کسی نے کہا ذرا ٹھہریئے مجھے کچھ دریافت کرنا ہے پھر یہی آواز بائیں طرف سے سنائی دی میں نے کوئی توجہ نہ

باقی صفحہ نمبر ۲۰

گزشتہ سے پیوستہ

تصوف

احمد علی منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

دور ثانی

دوسری صدی ہجری سے چوتھی صدی ہجری تک

اسلامی تاریخ کا یہ دور جو تین صدیوں پر محیط ہے، علمی، فکری، روحانی اور دینی اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ علمی سطح پر اس دور میں تدوین حدیث کا جو کلام الٰہی کے بعد دین کے لئے نص قطعی کا درجہ رکھتا ہے تکمیل کے مدارج تک پہنچا۔ تاریخ تصوف میں یہ دور نمایاں خصوصیات کا حامل ہے۔ اول یہ کہ اس مسلک نے اپنی تکمیل اور ارتقاء کے انتہائی اہم مدارج طے کئے اور یوں اس دور میں تصوف نے ایک ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ اسے عروج تک پہنچنے کے لئے زیادہ عرصہ درکار نہ تھا۔ چنانچہ بعد کی دو صدیوں نے تصوف کے انتہائی عروج کی مفصل شہادتِ تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر دی ہے۔ دوسرے یہ کہ یونانی عقلیت اور فلسفہ کی تشککانہ ژولیدگی سے پیدا ہونے والے تباہ کن اثرات کے مقابلے میں صوفیہ نے اس دور میں عشق و محبت اور وجدان و یقین سے حاصل ہونے والی کیفیات اور مثبت اثرات پر اصرار کیا۔ ڈاکٹر قاسم غنی نے مقدمہ ابن خلدون کے حوالے سے لکھا ہے۔

"دوسری صدی ہجری میں خاص طور پر اس کے نصف آخر میں ملت اسلامیہ میں ایک گروہ نظر آتا ہے۔ جو ایک خاص اور عجیب انداز سے زندگی بسر کرتا ہے اس گروہ کے ظاہری حالات و رفتار دوسرے لوگوں سے مشابہت نہیں رکھتے اس گروہ کا نام صوفیہ تھا اور یہ اس نسبت سے کہ ان لوگوں کا لباس موٹے اور کھردرے اون کا ہوتا تھا۔ ان میں سے بعض نے دور افتادہ گوشوں میں اپنے لئے عبادت گاہیں بنالی تھیں اور وہاں رہتے تھے اور بعض غاروں میں گوشہ نشین تھے۔ (تاریخ تصوف در اسلام ص ۳۶)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"یہ گروہ اول کے زاہدوں سے ریاضت، عشق الٰہی اور ترک دنیا میں بمراحل آگے بڑھا ہوا تھا۔"

تیسری چوتھی صدی ہجری کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ابتدا میں صوفیاء کے ہاں تصوف کا مضمون بہت سادہ تھا اور قرآن وحدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگان دین وائمہ کرام کی پیروی اور دنیا پر آخرت کو مقدم کرنے کی حد تک تھی۔ لیکن بعد میں آہستہ آہستہ یہ باتیں شدت اختیار کر گئیں اور تصوف میں بھی وسعت پیدا ہوتی گئی۔ (تاریخ تصوف در اسلام ص ۴۷)

"ہم دیکھتے ہیں کہ امام التصوف حضرت جنید بغدادی کے اسلاف کے اقوال میں نیا فکر نئی اصطلاحیں مخصوص تعبیریں وجود میں آگئی تھیں۔ مثلاً درویشوں کی سی ظاہری صورت بنانا، اونی کپڑے پہننا، زہد کامل اختیار کرنا، ترک دنیا وغیرہ۔ علاوہ ازیں عشق و محبت، دل کی سرشاری، عالم بے خودی، ذوق و مستی نے بہت زیادہ اہمیت حاصل کر لی تھی۔ (تاریخ تصوف در اسلام ص ۵۳)

اس صدی ہجری کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"حضرت جنید بغدادیؒ جو گروہ صوفیہ کے سرخیل ہیں ان کے زمانے میں یا ان سے کچھ پہلے تصوف کے ایک اور رنگ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس زمانے میں یہ ہوا کہ اہل کمال میں سے عام طبقہ اس طریقے پر کاربند رہا لیکن ان میں سے جو خواص تھے انہوں نے بڑی بڑی ریاضتیں کیں۔ دنیا سے قطع تعلق کر لیا اور مستقل طور پر ذکر و فکر میں لگ گئے۔ اس سے ان کے اندر ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی اس کیفیت سے مقصود یہ تھا کہ دل کو تعلق باللہ کی کیفیت حاصل ہو جائے۔ اس دور کے اہل کمال کا تصوف یہ تھا کہ وہ خدا کی عبادت دوزخ کے عذاب سے ڈر کر یا جنت کی نعمتوں کی طمع میں نہ کرتے تھے بلکہ ان کی عبادت کا محرک خدا کے ساتھ ان کی محبت کا جذبہ تھا۔ (ہمعات ص ۵۳، ۵۴)

ڈاکٹر مصطفیٰ حلمی کہتے ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر ۱۹ پر)

قطبین

عارف حسین، مدرس مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

قطب کا تثنیہ قطبین ہے جس کے معنی ہیں دو قطب۔ لغت کے اعتبار سے قطب اس کیل کو کہتے ہیں جس پر چکی پھرتی ہے۔اس کے علاوہ سالار قوم، سپہ سالار اور ہر شے کے مدار کو بھی قطب کہا جاتا ہے۔ قطبین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ قطبین سماء ۲۔ قطبین ارض ۳۔ قطبین اولیاء اللہ

قطبین سماء سے مراد آسمان کے قطب جنوبی اور قطب شمالی ہیں۔

قطبین سماء

قطب جنوبی

آسمان کی جنوبی سمت چمکنے والا ایک ساکن ستارہ ہے۔ قطب جنوبی کا قریب ترین ستارہ سہیل ہے۔ سہیل ایک چمک دار ستارہ ہے جس کے طلوع سے یمن میں چمڑے خوشبودار ہو جاتے ہیں اور تمام حشرات الارض مرجاتے ہیں اور میوے پک جاتے ہیں۔اسی وجہ سے اسے سہیل یمانی کہتے ہیں۔

قطب شمالی

وہ ساکن ستارہ ہے جو آسمان کی شمالی جانب چمکتا رہتا ہے جس سے قبلہ کا تعین کیا جاسکتا ہے اور اس کے گرد دب اکبر کے سات ستارے گردش کرتے ہیں۔ قطب شمالی کا نزدیک ترین ستارہ جدی ہے۔

قطبین ارض

قطب شمالی

زمین کے محور کا وہ نقطہ ہے جو بحر منجمد شمالی پر واقع ہے۔

قطب جنوبی

محور زمین کا وہ نقطہ جو بحر منجمد جنوبی پر واقع ہے۔ قطبین ارض میں درجہ حرارت نقطہ انجماد پر رہتا ہے چھ مہینے سورج طلوع رہتا ہے اور چھ مہینے غروب رہتا ہے۔

قطبین اولیاء اللہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "بے شک آسمان میں دو قطب ہیں اور زمین میں بھی دو قطب ہیں۔

اس کائنات میں دو نظام جاری ہیں۔۱۔نظام شمسی اور ۲۔ نظام قمری

اسی طرح نظام ولایت بھی دو طریقے سے جاری ہے۔۱۔ ولایت شمسی اور ۲۔ولایت قمری

اسی طرح دو قطب ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں۔۱۔ قطب ارشاد ۲۔قطب ابدال

قطب ارشاد کی ولایت شمسی ہے اور قطب ابدال کی ولایت قمری ہے۔جس طرح شمسی سال وماہ اور قمری سال وماہ میں تفاوت ہے ایسے ہی ولایت شمسی اور ولایت قمری کے اولیاء اللہ کی تعداد اور فرائض میں تفاوت ہے۔قطب ارشاد ستارہ سہیل کے مرتبے پر ہوتا ہے۔ سہیل ستارہ زیادہ روشن اور نفع رساں ہے ایسا ہی قطب ارشاد کا فائدہ ہر خاص وعام کو پہنچتا رہتا ہے۔ وہ لوگوں کی نظروں سے غائب نہیں ہو جاتے اور قطب ابدال ستارہ جدی کا قائم مقام ہے۔جیسا کہ ستارہ جدی ہمیشہ نظر نہیں آتا ایسا ہی قطب ابدال اور ان کے ماتحت جتنے اولیاء ہیں لوگوں کی نظروں سے غائب رہتے ہیں۔سامنے آنے کے باوجود نظر نہیں آتے۔

قطب ارشاد کے سات طبقے ہیں۔

۱۔طبقہ طالبین

۲۔ طبقہ مریدین
۳۔ طبقہ سالکین
۴۔ طبقہ سائرین
۵۔ طبقہ طائرین
۶۔ طبقہ واصلین
۷۔ قطب

قطب ارشاد ہر زمانے میں ایک ہوا کرتا ہے جس کا دل قلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتا ہے۔ قطب ارشاد ان کے ماتحت اولیاء اللہ کی تعداد بمطابق ایام سال شمسی ۳۶۵ ہے۔

ولایت قمری

قطب ابدال اور ان کے ماتحت اولیاء اللہ کی تعداد بمطابق ایام سال قمری ۳۵۶ ہے۔ قطب ابدال کے چھ طبقے ہیں۔ جس کی تفصیل درج ذیل حدیث سے ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "بے شک اللہ کے واسطے تین سو نفر ہیں جن کے قلوب آدم علیہ السلام کے قلب ہیں اور اس کے واسطے چالیس نفوس ہیں جن کے قلوب موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور اس کے واسطے سات اشخاص ہیں جن کے قلوب ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کے واسطے پانچ نفر ہیں جن کے قلوب جبریل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کے واسطے تین نفر ہیں جن کے قلوب میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کے واسطے ایک نفر ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ اور جب واحد فرد (قطب) کا انتقال ہو جاتا ہے تو ان کی جگہ تین میں سے ایک کو لیا جاتا ہے۔ اور تین میں سے ایک کا سفر آخرت واقع ہو جاتا ہے تو پانچ میں سے ایک کو بدل کر اس کی جگہ لایا جاتا ہے اور پانچ میں سے ایک کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ سات میں سے ایک کو لاتا ہے اور سات میں سے ایک فوت ہو جائے تو اللہ اس کی جگہ چالیس میں سے ایک کو لا کر پر کرتا ہے اور جب چالیس میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ تین سو میں سے ایک کو لایا جاتا ہے۔ اور جب تین سو میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے تو اللہ اس کی جگہ عامۃ مومنین میں سے ایک کو لاتا ہے۔ ان ہی نفوس کی بدولت اس امت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

مشائخ صوفیاء نے مذکورہ حدیث میں موجود تعداد اولیاء کے حساب کا الگ الگ نام رکھا ہے۔ ذیل میں ان کی تعداد کے ساتھ ان کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

تعداد	نام
۳۰۰	ابدال
۴۰	ابطال
۷	سیاح
۵	اوتاد
۳	افراد
۱	قطب

ابدال کی خصوصیات

۱۔ ابدال لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آتے۔

۲۔ بھری مجلسوں میں آکر بیٹھ جائے تو بھی ان کے جسم عام لوگوں کے جسم سے مس نہیں کرتے۔
۳۔ بلند آواز سے تلاوت کرنے اور محفل سماع برپا کرنے کے باوجود ان کی آواز سنائی نہیں دیتی۔
۴۔ پل اور کشتی کے بغیر دریا اور سمندر پار کر جاتے ہیں۔
۵۔ اللہ کی طرف سے انہیں زمین کی مسافت کم کرنے کی حکمت عطا ہوئی ہے۔
۶۔ اب ابدال پوری دنیا کا دورہ کرتے رہتے ہیں۔ سال میں دو مرتبہ قطب ابدال اور ان کے ماتحت اولیاء ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں ایک دفعہ میدان عرفات میں اور دوسری بار رجب کے مہینے میں جس جگہ اکٹھا ہونے کا حکم ہو جمع ہو جاتے ہیں۔
۷۔ عامۃ اہل اسلام اور ابدال کے درمیان واسطہ کے لئے ہر دور میں ایک فرد کا عام مومنوں میں سے تقرر ہوتا ہے۔ جس طرح دور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس عہدہ پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فائز تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام حذیفہ کو صاحب سر النبی کہتے تھے۔
۸۔ ان ابدال کے بدلاء عامہ مومنین میں سے ہوتے ہیں

دور رسالت مآب میں حلالؒ بدلا سبعہ میں سے تھے۔
ابدال انبیاء کرام کی متابعت اور ان کی شریعت سے تمسک پر مامور رہیں۔

اقطاب قبل بعثت نبویؐ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ پر نور سے پہلے بطام اور دامغان کے درمیان خزرج نامی گاؤں میں اکیس اقطاب دفن ہوئے ہیں۔ نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ بابرکت میں عصام قرنی عم اویس قرنی قطب ابدال کے عہدے پر فائز تھے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا تھا "انی لاجد ریح الرحمن من جانب الیمن" مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ رحمان اللہ کا اسم صفت ہے اور اسم رحمن کی تجلی کا مظہر ہر زمانے میں قطب الابدال ہوا کرتا ہے۔ جس طرح رسول امی علیہ التحیۃ والثناء کی ذات بابرکات ذات الوحیت کی تجلی کا مظہر ہے۔

اقطاب مظاہر خلافت خاتم الاولیاء

حضرت شیخ محمد اسیری لاہیجیؒ شرح گلشن رازؒ میں تحریر فرماتے ہیں "اقطاب در ہر دور و زمان علیٰ تفاوت استعدادھم مظاہر خلافت خاتم الاولیاء اند و در جمیع نشئات خلافت و قطبیت بغیر آنحضرت رانیست کہ چنانچہ ذکر رفت باطن نبوت ختم محمدیؐ خاتم ولایتیست کہ جمیع کمل از حیثیت ولایت اقتباس نور از مشکات آں حضرت مینماید و خلافت باصلات او راست و دیگر انرا بواسطہ مظہریت و تابعیت است (ترجمہ) اقطاب ہر دور اور ہر زمانے میں ان کے مختلف استعداد کے مطابق خاتم الاولیاء محمد مہدیؑ کی خلافت کے مظاہر ہیں۔ خلفت اور مقام قطب کی تمام حالتوں میں ان کے بغیر نہیں ہے۔ جس طرح ختم نبوت کا باطن خاتم ولایت ہے کہ تمام کاملین ولایت کی حیثیت سے ان (محمد مہدیؑ) کے مشکات نور سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ خلافت باصلات انہی کا خاصہ ہے اور دوسرے اقطاب کی خلافت مظہریت اور تابعیت کے اعتبار سے ہے۔"

تمام برادران اہل اسلام کو چاہئے کہ وہ وجود اولیاء اللہ کو تسلیم کریں اور ان کے نفوس قدس کو غنیمت جانیں جن کے بابرکت وجود کی وجہ سے اس دنیا میں بسنے والے عذاب الیم سے مامون ہیں ورنہ اہل دنیا نے کیا کیا نہیں کیا اور کیا کیا نہیں کریں گے۔ اہل اسلام کو اس دور مضطرب میں دامن اولیاء اللہ سے وابستہ ہونا چاہئے تاکہ دلوں کو سکون حاصل ہو اور فرقہ واریت، خود پسندی، بے سکونی، اور لالچ جیسے روحانی امراض سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ اولیاء اللہ کی مکمل تابعداری ممکن نہ ہو تو ان کی محبت کا دم بھرنا بھی عبادت ہے

احب الصالحین و لست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

ماخذ کتب

۱۔ العروۃ لاھل الخلوۃ والجلوۃ
از شیخ علاؤالدولہ سمنانی
۲۔ شرح گلشن راز
از شیخ محمد اسیری لاہیجی نوربخشی

شیطان کے دوست و دشمن

راخ کوروری

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرمؐ کی مجلس میں شیخ کی شکل بنا کر شیطان آیا آپؐ نے فرمایا ملعون یہ بتا کر میری امت میں تیرے دشمن کتنے ہیں۔
جواب دیا پندرہ:

۱۔ سب سے بڑے تو آپؐ ۲۔ امام عادل
۳۔ متواضع مال دار
۴۔ سچا اور ایماندار تاجر
۵۔ اللہ سے ڈرنے والا عالم
۶۔ مومن ناصح
۷۔ رحم دل مسلمان
۸۔ توبہ پر قائم رہنے والا تائب
۹۔ حرام کاموں سے بچنے والا
۱۰۔ ہمیشہ باوضو رہنے والا
۱۱۔ کثرت سے صدقہ کرنے والا
۱۲۔ اچھے اخلاق والا
۱۳۔ تمام لوگوں کو نفع پہنچانے والا

الله ہی الله

محمد بشیر آفتاب جامعہ نعیمیہ لاہور

اس دنیا کا کوئی معاشرہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کے مذہب کا اثر نہ ہو اور وہ اس مذہب یا خالق مذہب کا مظہر نہ ہو۔ ہمارا پورا اسلامی معاشرہ ہر دم، ہر لمحہ۔ ہر آن اللہ ہی اللہ کا مظہر ہے۔ اسلامی معاشرے میں خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو ہر حالت میں اور ہر وقت اللہ اللہ کی صدا بلند ہوتی ہے۔ صحیح دینی اور اسلامی معاشرہ میں ہر زبان اور ہر دل میں اللہ اللہ کا غلغلہ بلند ہے مثلاً دو مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (۲) دو مومن جب ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو یوں اللہ کے حوالے کرتے ہیں فی امان اللہ (۳) بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں پڑنے والی پہلی صدا ہوتی ہے اللہ اکبر (۴) چھینک آئے تو بندہ مومن یوں شکر خداوندی ادا کرتا ہے الحمدللہ حاضرین جواباً کہتے ہیں یرحمک اللہ (۵) جمائی آئے تو شیطان سے پیچھا چھڑانے کے لئے بولتے ہیں۔ اللہ اکبر (۶) اذان کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے اقامت رکوع سجود کی ادائیگی کرتے وقت بھی کہا جاتا ہے اللہ اکبر (۷) کوئی اچھی، خوشنما چیز کسی کی خوبی کو دیکھا تو بے اختیار کہہ دیا سبحان اللہ، ماشاء اللہ (۸) اللہ کو ہر عیب ونقص سے پاک قرار دیتے ہوئے اور اس ذات اعلیٰ کو نقصان اور برائی سے مبرا قرار دینے کے لئے کہا جاتا ہے سبحان اللہ (۹) کام کرنے کا مکمل ارادہ ظاہر کرنے کے لئے یا وعدہ کی پختگی کے لئے کہا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ (۱۰) کسی مسلمان کی موت کی خبر سنی تو جواباً کہا جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (۱۱) کھانا کھانے بیٹھے تو کہا بسم اللہ اور کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو کہا الحمد للہ۔

(۱۲) شیطان مردود کی شر سے پناہ مانگنے کا وقت آیا تو کہا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

(۱۳) ہر کام کا آغاز کرنے سے پہلے برکت وسعادت کے حصول کے لئے کہا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(۱۴) اپنے دعویٰ یا بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے واللہ (اللہ کی قسم)

(۱۵) کسی غریب آدمی یا خیراتی ادارے کی امداد کی جائے تو وہ دعا سے نوازتے ہیں جزاک اللہ (ما احسن الجزاء) (۱۶) اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کی خاطر کئے گئے کام کے لئے کہا جاتا ہے فی سبیل اللہ (۱۷) کائنات میں صرف اللہ کی قوت وطاقت اور حکومت کا اعتراف واظہار کرنے کے لئے عہد دیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ (۱۸) گناہ وبرائی کے وبال سے بخشش ومغفرت چاہنی ہو تو کہتے ہیں استغفراللہ (۱۹) کسی اچھی تخلیق کو دیکھتے ہیں تو ایک دم احسن الخالقین کی طرف خیال جاتا ہے اور کہتے ہیں فتبارک اللہ (احسن الخالقین) (۲۰) اپنے محنت کے ثمر کو اللہ کی طرف نسبت دیتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ھذا فضل اللہ، ذلک فضل اللہ (۲۱) غیر ارادی اور نامعلوم غلطی کی پیشگی معافی مانگتے ہیں تو ان الفاظ سے عفی اللہ عنہ یا عفا اللہ عنہ۔ (۲۲) کسی بزرگ صالح کا نام لکھتے ہیں تو دعا کے طور پر اضافہ کرتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ (۲۳) نماز میں غلطی پر امام کو ٹوکتے ہیں تو ان الفاظ میں سبحان اللہ یا اللہ اکبر (۲۴) اللہ کی نعمتوں اور عنایات کا ذکر سن کر جھومتے ہیں تو کہتے ہیں۔ اللہ اللہ۔ (۲۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سن کر یا اپنے ہونٹوں پر آتے ہیں تو اضافہ کیا جاتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم (۲۶) اہل توکل ہر دم یہ نعرہ بلند کرتے ہیں توکلت علی اللہ۔ (۲۷) اللہ کے بندے نقصان کا ذمہ دار خود کو ٹھہراتے ہیں اور نفع وفائدہ ہو تو کہتے ہیں۔ من اللہ (اللہ کی طرف سے ہے) (۲۸) بندہ کوشش کر کے کامیابی کے لئے اللہ پر توکل کیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ السعی منی والاتمام من اللہ (کوشش کرنا میرا کام، تکمیل اللہ کے ہاتھ) (۲۹) ظالم کو ظلم سے اور فاسق کو فسق سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ اتقوا اللہ (اللہ سے ڈرو) (۳۰) ہر قسم کے غیر اللہ کا انکار کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ (۳۱) اثبات نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان واقرار کے لئے کہا جاتا ہے محمد رسول اللہ۔

(۳۲) اظہار ایمان باللسان کا آغاز ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ آمنت باللہ

(۳۳) بلندی اور عظمت کو توقیر و شرف سے نوازنا ہو تو کہتے ہیں۔ العظمت للہ۔ (بڑائی صرف اللہ کے لئے ہے)

(۳۴) مقاصد میں کامیابی اور جنگوں میں کامرانی ہو تو کہا جاتا ہے۔ نصر من اللہ وفتح قریب

(۳۵) اللہ سے محبت کرنے والے دنیا میں عزت کے متلاشیوں کو یہ نوید سناتے نظر آتے ہیں۔ ان العزۃ للہ جمیعا (۳۶) "نیکی کر دریا میں ڈال" پر یقین رکھنے والے یہی کہتے سنے گئے ہیں۔ اجرہ علی اللہ۔

علاوہ ازیں انسان کو خلیفۃ اللہ فرشتوں کو ملائکۃ اللہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ۔ قرآن مجید کو کتاب اللہ و کلام اللہ۔ مال و دولت کو فضل اللہ اولاد کو نعمت اللہ (بیٹا ہو تو انعام بیٹی ہو تو رحمۃ اللہ) مخلوق خدا کو عیال اللہ نیکو کاروں کو اولیاء اللہ۔ مخلوقات عالم (انسان۔ چرند۔ پرندہ۔ درند نباتات۔ جمادات۔ جن وغیرہ) کو جنود اللہ خانہ کعبہ کو بیت اللہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ۔ کائنات کو مظہر ذات اللہ۔ مظاہر فطرت (سورج، چاند، ستارے، دریا، پہاڑ جنگل، سمندر، فضائیں، گھٹائیں، ہوائیں، دن رات کا آنا جانا، انسانی جسم کائنات کا پیچیدہ مگر مستقل رواں نظام کو آیات اللہ راس الحکمۃ ہو مخافۃ اللہ۔ توحید کے اظہار کے لئے لاشریک اللہ مکہ مدینہ کے مقامات متبرکہ کو شعائر اللہ۔ مساجد کو بیوت اللہ شہید (فی سبیل اللہ) کو قتیل اللہ کاسب (مزدور محنت کش) کو حبیب اللہ کہا جاتا ہے۔

پیغمبروں سے اللہ کا ایک خاص قرب ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدمؑ کو صفی اللہ، حضرت نوحؑ کو نجی اللہ، حضرت داؤدؑ کو خلیفۃ اللہ۔ حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ حضرت موسیٰؑ کو کلیم اللہ، حضرت اسماعیلؑ کو ذبیح اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ کو روح اللہ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ یا حبیب اللہ کہا جاتا ہے۔ الغرض جدھر بھی نظر دوڑائیں۔ اسلامی معاشرہ یہ عالم یہ کائنات یہ فضا، یہ ہوا۔ یہ زمین یہ آسمان ہر جگہ اللہ ہی اللہ کی جلوہ گری ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے:

لا موجود الا اللہ	لا معبود الا اللہ
لا مقصود الا اللہ	لا مشہود الا اللہ

بحمد اللہ تمام مساجد و خانقاہوں میں ہر وقت ذکر اللہ کا ورد ہوتا ہے۔ صبح نماز فجر سے پہلے اوراد صبحیہ کا ورد اس کے بعد اوراد فتحیہ کا ورد اور نماز عصر کے بعد اوراد عصریہ کا ورد اور پنجگانہ نماز کے بعد اوراد خمسہ کا ورد اس کے علاوہ بحمد اللہ ہمارے بزرگان دین نے اللہ سے لو لگانے کے بہت سے طریقے بتائے ہیں۔ یہی تسبیح و تہلیل اور تحمید و تزکیہ ہی ہمیں دیگر مسالک اسلامیہ سے ممتاز کرتی ہے کیونکہ دیگر مسالک میں اس انداز سے ذکر و افکار کے بندوبست کا کوئی طریقہ رائج نہیں ہمیں ہر طرح سے اللہ اللہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ ان لوگوں کا جو اس راہ میں ذکر اللہ میں مشغول ہیں مذاق اڑایا جائے ان سے مذاق کرنا اور خود کوئی نیا طریقہ اور صحیح طریقہ نہ بتانا کم علمی اور جہالت ہے۔ آخر میں یہی دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں ذکر اللہ میں مشغول رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عنوان کی درستگی کا مخلصانہ مشورہ

محترم سید حسین عارف نقوی نے اپنی نو تالیف کتاب "تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان شمالی علاقہ جات" کے صفحہ ۱۹۴ سے صفحہ ۳۱۴ پر مشتمل شمالی علاقہ جات کے کئی نوربخشی علمائے کرام کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ مؤلف محترم نے اس کے لئے علمائے امامیہ نوربخشیہ کا عنوان قائم کر دیا ہے۔ حالانکہ علمائے امامیہ نوربخشیہ کا حقیقتاً کوئی وجود نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ اگر مؤلف موصوف کو علمائے نوربخشیہ کا ذکر ضرور کرنا تھا تو وہ علمائے صوفیہ نوربخشیہ کا عنوان قائم کرتے۔

علمائے اہل صوفیہ نوربخشیہ کی طرف سے محترم سید حسین عارف صاحب سے احتجاجاً مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں یا تو علمائے نوربخشیہ کا تذکرہ ہی چھوڑ دیں یا ان کے لئے علمائے صوفیہ نوربخشیہ کا عنوان قائم کریں اور ساتھ ہی ساتھ اہل صوفیہ نوربخشیہ سے عموماً اور کتاب میں مذکور علمائے نوربخشیہ سے خصوصاً معذرت خواہی کا اظہار فرمائیں۔

ابوالعرفان محمد بشیر

چہل مقام صوفیہ

رستم علی انجم سلینگ

مقام چہارم ارادت

ارادت صوفیہ کے چالیس مقامات میں سے چوتھا مقام ہے۔ اس کے لغوی معنی عقیدت، محبت، یقین، عزم، آرزو اور تمنا کے ہیں۔

ارادت دراصل طلب مولا کی تحریک کا نام ہے۔ آدمی ایک عرصہ تک دنیا اور دنیا کے مشاغل میں مگن رہتا ہے۔ اس دوران اس کی نظر خالق حقیقی کی بجائے مادی اشیاء کی طلب پر ہوتی ہے۔ یا تو وہ احکام خداوندی کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے یا انہیں بطور رسم ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خشوع، خضوع نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس کے قلب و نظر پر خواہشات نفسانی اور مادہ پرستی کے پردے پڑے ہوتے ہیں۔ جونہی یہ پردے کسی وجہ سے ہٹ جاتے ہیں آدمی میں اپنے معبود حقیقی سے لو لگانے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے کی طلب و جستجو اور اس کی رضا حاصل کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی داعیہ ارادت کہلاتا ہے۔

ارادت عنایت و فضل الہی ہے۔ جس شخص کو ارادت کا داعیہ پیدا ہو جائے اسے چاہیئے کہ کسی مرشد حقانی یا عالم ربانی کی طرف رجوع کرے اور اس کی رہنمائی اور ہدایت کی روشنی میں عبادت و ریاضت بجالائے کیونکہ شیطان کے حملے کا خدشہ اور بھی سخت ہوتا ہے۔ کسی مرشد سے ملے بغیر ریاضت کرنے سے آدمی میں ریاکاری، خود فریبی اور غرور و گھمنڈ پیدا ہوتا ہے جو موجب گمراہی ہیں، اس لئے کسی عالم باعمل کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر سخت قسم کا مجاہدہ و ریاضت بجالانا درست نہیں ہے۔

ارادت دو طرح کی ہوتی ہے یعنی مثبت اور منفی ارادت۔ پھر مثبت ارادت کی بھی دو قسمیں ہیں جو ارادت ظاہری اور ارادت باطنی کہلاتی ہیں۔ یہاں ہمارا موضوع بحث مثبت ارادت باطنی ہے۔

اگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں تو بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ ہماری ارادت کی سمت مثبت ہے یا منفی۔ اے اہل نظر غور کیجئے کہ آپ کی ارادت کن کن چیزوں سے ہے؟ زر، زن، زمین سے، کھیل کے میدان سے، ٹیلیویژن پر نشر ہونے والے دلفریب پروگراموں سے، منافقانہ سیاست اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے سے، اگر آپ کا جواب ہاں میں ہو اور آپ کی ارادت خدانخواستہ مندرجہ بالا بے ثبات اور بے بنیاد چیزوں سے ہے تو عقل سلیم کو استعمال کیجئے اور اشرف المخلوقات ہونے کا عملی ثبوت دیتے ہوئے اس منفی ارادت کو مثبت ارادت سے بدل دیکئے تاکہ زندگی دائمی خسارے سے بچ سکے۔

ارادت اصل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے لوث محبت اور عشق کی خواہش کا نام ہے لیکن عاشق اپنے عشق میں اس وقت تک صادق نہیں ہو سکتا جب تک وہ معشوق کی ہر پسند کو اپنے لئے پسندیدہ اور ناپسند کو اپنے لئے ناپسندیدہ قرار نہ دے۔ بقول شاعر

تعصی الالہ وانت تظهر حبہ
هذا لعمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقاً لاطعتہ
ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ساتھ ہی اس کی نافرمانی بھی کرتا ہے اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا اس لئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

چونکہ ارادت مقامات تصوف میں سے ایک مقام ہے اور تصوف اللہ سے لو لگانے کا نام ہے اس لئے اس منزل تک رسائی کی خاطر کسی صاحب حال بزرگ سے اپنا تعلق یا رشتہ جوڑنا ہوگا جس کے ذریعے خدا تک رسائی حاصل کی جاسکے۔

اہل صوفیہ نوربخشیہ ہر سحر کو دعائے صبحیہ میں رب العزت کے حضور یوں دعا گو ہوتے ہیں۔ اللھم جعلنا هادین و مهدین غیر ضآلین ولا مضلین حربا لاعدائک و سلما لاولیاء ک نحب بحبک الناس

ونعادی بعداوتک من خالفک من خلقک یعنی اے اللہ ہمیں ہدایت دینے والے، ہدایت پانے والے، گمراہ نہ ہونے والے اور دوسروں کو گمراہ نہ کرنے والے بنا۔ اور تیری خاطر لوگوں سے محبت کرنے والے اور تیری ہی خاطر تیرے دشمنوں سے برسرپیکار رہنے والے بنا۔

پس سب سے پہلے ہمیں فنافی الشیخ ہو کر اپنی ارادت اور محبت کی باگ اسی شیخ کے حوالے کرنا ہوگا اور پھر اپنی خواہشات اور جذبات سے ماوراء ہو کر عقل و فکر کو ریاضت و مجاہدہ سے اس طرح صیقل کرنا ہوگا کہ انوار الہیہ کا قلب میں انعکاس ہو اور اپنی ارادت کا اظہار یوں کرنا ہوگا۔

"اے محبوب حقیقی میری ارادت تجھی سے ہے۔ میری

زبان پر تیرا پاک نام آتے ہی میرے دل کی دھڑکن تیز میری آنکھیں اشکبار اور میری روح مرتعش ہو جاتی ہے۔ میرا دل ہر بار تیرے پاک نام کے ساتھ ہی دھڑکتا ہے اور میری ہر سانس تیرے پاک نام ہی کا ورد کرتی ہے چاہے ساری دنیا میری مخالف کیوں نہ بن جائے میرا حال یہ ہے کہ جب تک تیرے ساتھ خلوت نصیب نہ ہو اور تیری جلوت سے بہرہ نہ ہو جاؤں مجھے کسی پہلو چین نہیں۔ میرے ہر دن کی ابتدا تیری یاد سے ہوتی ہے اور ہر رات کی انتہا بھی۔ میری ساری خوشیاں اور میرے سارے غم، میرے سب احساسات اور میرے تمام جذبات تجھی سے وابستہ ہیں۔ اے دلوں کو راحت بخشنے والے تو میرے دل و جان کا مالک و مختار ہے۔ میرا مرنا میرا جینا تیرے لئے ہے۔

مجھے تاروں کی چمک، چاند کی چاندنی، سورج کی تابانی، پانی کی روانی نیز شجر حجر اور دنیا کے ہر ذرے میں صرف تیری ہی تصویر نظر آتی ہے۔ اے عاشقوں کے عاشق میری نماز میری قربانی میری حیات اور میری ممات تیرے لئے ہیں۔ میری کوئی سانس ایسی نہ نکلے جس میں تیری خوشنودی اور رضا نہ ہو۔ اے مجیب الدعوات میری میری زندگی کا مقصد تیری ارادت ہو۔

(جاری ہے)

بقیہ تصوف

"دوسری صدی ہجری میں ہم ایک اور مکتب خیال کو ابھرتے اور نمایاں ہوتے دیکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ زہد میں محبت کی آمیزش شروع ہو گئی اس محبت کی اصل یہ تھی کہ خوف جہنم اور طمع جنت سے بے نیاز ہو کر خدا کو اس لئے یاد کیا جائے کہ وہ خدا ہے۔ اس کی ذات سے بے انتہا اور والہانہ محبت کی جائے۔ یہ محبت کسی دوسرے جذبے کی تابع نہ ہو۔ (الحیات الروحیہ فی الاسلام ص ۱۵۳)

آگے چل کر ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

"تصوف نے مختلف مراحل میں کسی مرحلے میں بھی اس بنیاد و اساس کو نہیں چھوڑا جو تصوف اور اسلام دونوں کے لئے بمنزلہ حیات تھی یعنی قرآن و سنت۔ (الحیات الروحیہ فی الاسلام ۱۹۶)

تصوف کے دور اول کے سلسلے میں یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ اسلام نے قرآن حکیم اور سنت نبوی کی اساس پر جس طرز زندگی کی دینی حیثیت کو تسلیم کیا ہے اس میں دنیا پرستی جاہ طلبی اور اقتدار پسندی کو اخلاق حسنہ میں شامل نہیں کیا۔ چنانچہ حضورؐ کے بعد جب مسلمانوں کی زندگی میں ان ناپسندیدہ اخلاق کا ظہور ہوا اور ان معائب نے جڑیں پکڑنی شروع کیں تو ایک گروہ نے اس رویے کے خلاف رد عمل کا اظہار کیا اس گروہ نے زہد و عبادت، قناعت و اتقا۔ ترک و توکل کے شعائر جنہیں قرآن و سنت نے مستحسن قرار دیا ہے اختیار کئے تاریخی عمل اس رد عمل کا مقتضی ہے۔ اس لئے صوفیہ نے تاریخ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے قرآن و سنت کی اہمیت کو برقرار رکھا۔ دور ثانی یعنی دوسری صدی ہجری سے چوتھی صدی ہجری تک کے حالات و واقعات ایک دوسرے کے رد عمل کے متقاضی رہے۔ صوفیہ نے وجدانی بصیرت سے کام لیتے ہوئے اس صورت سے عہدہ برآء ہونے کی جدوجہد جاری رکھی اور اس طرح اسلام کو ایک ایسے فتنے سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئے جو فتنہ تاتار سے مہلک اور تباہ کن ثابت ہو سکتا تھا۔

صوفیہ نے عقلیت اور فلسفہ طرازی اس بے یقینی اور انتشار فکر کے مقابل عشق و محبت کا چراغ روشن کیا۔

(جاری ہے)

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ

غلام حسن نور بخش ایم اے

آپ کا نام احمد لقب نجم الدین کبریٰ، ولی تراش، کنیت ابو عبداللہ و ابو الجناب تھا۔ آپ موجودہ ازبکستان کے شہر خیوہ میں پیدا ہوئے اور وہیں شہید ہو کر مدفون ہوئے۔ آپ بہت بڑے عالم، ناقابل شکست مناظر، عارف اور مرشد کامل و مکمل تھے۔ آپ نے بھرپور زندگی گزاری اور ۶۱۸ ھ میں چنگیزی افواج کے ہاتھوں شہید ہوئے اور آپ کی اپنی قائم کردہ خانقاہ میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک آج بھی جرجانیہ (ازبکستان) میں مرجع خلائق ہے۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

آپ ۵۴۰ ھ بمطابق ۱۱۴۵ء میں خیوق یا خیوہ نامی بستی میں متولد ہوئے۔ ابتدائی عشق و محبت حق مادر محترمہ سے سیکھے۔

مقدمہ اقرب الطرق الی اللہ ص ۲۱

آپ کے والد کا نام ناصر الدین عمر بن عبداللہ تھا جو خود بھی بڑے عالم، عارف اور صاحب دل شخص تھے۔ انہوں نے اپنے لڑکے تعلیم کے لئے مدرسے بھیج دیا۔ اس زمانے میں خوارزم ہی میں چالیس نامور اساتذہ موجود تھے۔ احمد نے ان سے کسب علوم کیا اور درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ لیکن علم و عرفان کی تشنگی ہنوز باقی تھی۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۲۲

نسب نامہ

آپ حضرت ابو بکر صدیق کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابو الجناب نجم الدین کبریٰ بن شیخ عبداللہ بن شیخ سعد بن شیخ حسین بن شیخ ابو القاسم بن شیخ نصر بن شیخ قاسم بن شیخ عبدالرحمان بن شیخ ابو القاسم بن شیخ محمد بن ابو بکر صدیق

جواہر الاولیاء۔ ص ۱۹۳

چونکہ آپ نے بہت سے علماء و فضلاء سے علوم و فنون سیکھے تھے اور تفسیر، حدیث، فقہ، منطق ادب کا وسیع مطالعہ کیا تھا تمام علوم و فنون میں تبحر حاصل کرنے کے بعد راہ طریقت میں قدم رکھا اس لئے روحانی تربیت ایسی حاصل کی کہ کندن بن کر نکلے آپ کی روحانی قدر و منزلت کا اندازہ آپ کے القابات سے ہو جاتا ہے۔

ابو الجناب

ایک رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے کنیت کے لئے عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو الجناب تجویز فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ "ن مخففہ" فرمایا نہیں بلکہ مشددہ بیدار ہوتے ہی دنیا کی آلائشوں سے قطع تعلق کر لیا۔

نفحات الانس ص ۲۲۴ مقدمہ السائر الحائر ص ۷

یہ کنیت آپ کے زہد و تقویٰ اور دنیا اور دنیا سے متعلق چیزوں سے اجتناب کی وجہ سے بھی ہے۔

ابو الجارش

ایک بار بیابان سے گزر رہے تھے کہ ذکر کا غلبہ ہوا۔ آپ وجد وار رقص کرنے لگے۔ غلبہ ذکر کے دوران آپ ایسے بے خود ہو گئے کہ پاس موجود کنوئیں میں گر گئے۔ کچھ وقت گزر جانے کے بعد شیر وہاں پہنچے اور لٹکنے پر کنوئیں میں ڈال دیئے اور یہ غیبی آواز سنائی دی "اے ابو الجارش، شیر کے پاؤں پکڑ اور باہر نکل آ" چنانچہ آپ اس طرح باہر نکل آئے۔ اس وقت سے آپ کی ایک کنیت ابو الجارش (شیروں والا) بھی مشہور ہوئی۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۳۹

کبریٰ

آپ زمانہ طالبعلمی میں بہت زیادہ ذہین و فطین تھے۔ چنانچہ ایک بار کسی بحث ہوئی جس میں آپ کامیاب ہوئے اور آپ کو طامۃ الکبریٰ (بڑی بلا) کہا گیا۔ مگر بعد میں کثرت استعمال سے طامۃ کا لفظ چھوڑ دیا گیا اور کبریٰ مشہور ہوا۔

نفحات الانس ص ۶۱۹

ولی تراش

آپ کا ایک لقب ولی تراش بھی ہے جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وجد کی حالت میں آپ کی نظر جس پر بھی پڑ جاتی وہ ولایت کے درجہ کو پہنچ جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک سوداگر سیر کی غرض سے آپ کی خانقاہ میں آنکلا جبکہ آپ حال میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آپ کی نظر اس پر پڑی اور وہ ولایت کے درجے کو پہنچ گیا۔ شیخ نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ جواب دیا کہ فلاں جگہ کا۔ آپ نے اس کے لئے ارشاد کا اجازت نامہ لکھ دیا کہ وہ اپنے ملک میں مخلوق کی رہنمائی کرے اور انہیں خدا کی طرف بلائے

نفحات الانس ص ۴۱۹

ایک دن ایک باز ہوا میں ایک ممولے کا پیچھا کر رہا تھا۔ اتفاقاً شیخ کی نگاہ ممولے پر پڑ گئی۔ ممولے نے پلٹا کھایا اور باز کو پکڑ کر شیخ کے پاس لے آیا۔ آپ نے دونوں کو آزاد کر دیا۔

نفحات الانس ص ۴۱۹ رموز عشق ص ۱۸۴

ایک دن اصحاب کہف کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ اپنے مریدوں کے ساتھ اس موضوع پر تقریر اور تحقیق کر رہے تھے اتنے میں شیخ سعد الدین حموی کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیا اس امت میں بھی کوئی ایسی شخصیت موجود ہے جو کتے پر اثر کرے۔ شیخ کو نور دانائی کے ذریعے یہ بات معلوم ہو گئی۔ آپ وہاں سے اٹھے اور خانقاہ کے دروازے پر آبیٹھے۔ اتفاقاً وہاں ایک کتا آگیا اور دم ہلاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ آپ کی نظر اس پر پڑی اور آپ اس پر مہربان ہو گئے۔ وہ کتا متحیر و بے خود ہو گیا اور وہاں سے سیدھا جا کر قبرستان میں بیٹھ گیا۔ پچاس ساٹھ کتے اس کے گرد حلقہ باندھے رہتے تھے، نہ کھاتے تھے اور نہ بھونکتے تھے بلکہ محض ادب سے کھڑے رہتے تھے۔ کچھ دن بعد وہ کتا مر گیا۔ شیخ نے حکم دیا کہ کہ اسے زمین میں دفن کیا جائے۔

نفحات الانس ص ۴۲۰ رموز عشق ص ۱۸۵

شاید مولانا رومی نے اس لئے کہا تھا کہ

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زابنای جنس
سگ کہ شد منظور نجم الدین سگان را سرور
است

کلمۃ الثناء

آپ نجم الملت والدین تھے۔ چنانچہ مختلف بزرگوں نے آپ کی دل کھول کر تعریف کی ہے ذیل میں چند درج کی جاتی ہیں

بابا کمال جندی

پس از اکابر مذکور کہ شیخ نجم الدین
کہ بود قدوہ اخیار و سرور ابرار

نفحات الانس ص ۴۳

عطار تونی

این چنیں گفتہ است نجم الدین ما
آنکہ بود اندر جہاں از اولیاء
آں ولی عصر و سلطان جہاں

مظہر العجائب ص ۹

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام قائد مشائخ الکرام، مہبط انوار الغیبیہ، مورد اسرار القدسیہ، قدوۃ العارفین، نجم الحق والدین المعروف بالکبریٰ قدست اسرارہ

کتاب الفتوت ص ۴۵

وکان اکمل الاولیاء المرشدین فی زمانہ و اعلم

العلماء بین اقرانہ آپ اپنے زمانے کے اولیائے کاملین میں سب سے کامل اور ہم عصر علماء میں سب سے بڑے عالم تھے۔

ایضاً ص ۳۸

وھو صاحب الاحوال الرفیعۃ و المقامات و المکاشفات و المشاھدات و تجلیات الذات و صفات و السیر فی الملکوت و الطیر فی الجبروت و الفناء فی اللہ فی عالم اللاھوت و مشرب التوحید و الحقائق آپ مکاشفات مشاھدات اور تجلیات ذات و صفات میں احوال بلند کے مالک تھے سیار ملکوت طیران جبروت اور عالم لاھوت کے فنافی اللہ تھے۔ آپ توحید و حقائق کے مشرب کے مالک تھے۔

ایضاً

سید محمد نور بخش

دگر نجم کبریٰ کہ از خیوفیست
کہ در عصر خود مرشد مطلق است

صحیفہ اولیاء ص ۳۳

حاجی جان محمد قدسی

نسبت او کہ عالم آرا شد
باز تا نجم دین کبریٰ شد

تحفۃ الاحباب ص ۳۹۳

فخر الدین عراقی

یکی احسان عاشقان مرجمال عارفانیا
شیخ نجم نجم الدین الکابنی نام کبریٰ
آن جہاں معنیان و شریعت پیغام احمد
آن قرین دل و قریب احد
آن قدر کہ سالکان رہ بروند
اقتباس کمال ازو کرند

رموز عشق ص ۱۸۸

حضرت نجم الدین کبریٰ فرد زمانہ تھے اور تصوف و طریقت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات سارے عالم میں مشہور تھیں۔

خزینۃ الاصفیاء ص ۲۰۷

ڈاکٹر احسان اشتری

کبروی از نسبت کبریٰ شدہ
این علم از ہمتش برپا شدہ
کبرویہ گشت نام سلسلہ
شد ذھب پر شور و شہد و حلحلہ

مقدمہ خمخانہ وحدت ص ۲۳

محمد صادق عنقا

بود نجم الدین کبریٰ اے فتی
قطب عالم اوستاد اولیاء
کس نیامد ہم چو او در روزگار
عارفے چالاک اندر عشق یار
در ہمہ دیر مغان پیرے چو او
سالک و صوفی و صافی دل نجو
شادی روح عزیزان سائرش
شمع جانہا پر فروغ از آذرش
دیگراں لب اند و او لب لباب
دیگراں ماھند او چوں آفتاب

مزامیر حق ص ۸۹

(جاری ہے)

اقوال و احوال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

سید علی کاظمی غور سے

سیدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سلسلۂ الذہب الصوفیہ کے چھٹے مرشد ہیں۔ آپ سیدنا محمد باقر علیہ السلام کے لخت جگر اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے ہیں علوم ظاہری و باطنی اور اسرار و معارف میں آپ سب کے امام ہیں ذیل میں ہم آپ کی حیات طیبہ سے چند ایمان افروز واقعات نقل کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا امام ابو محمد جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت داؤد طائی کی اس درخواست پر کہ حضرت مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، ارشاد فرمایا کہ "مجھے تو یہی خوف دامن گیر ہے کہ کہیں قیامت کے دن میرے جد امجد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری گرفت نہ فرمالیں اور مجھ سے یہ نہ پوچھ لیں کہ خود تو نے میری اتباع کیوں نہیں کی؟ یہ معاملہ نسب سے نہیں اللہ کی بندگی سے متعلق ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائی زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ جن کا خمیر ہی نبوت کے پانی سے تیار ہوا ہے جب وہ لوگ اس حیرانی اور پریشانی میں ہیں تو داؤد طائی کس گنتی میں ہے؟

ایک روز آپ نے اپنے غلاموں سے فرمایا "آؤ تم سب مجھ سے عہد کرو کہ تم میں سے جس کی بھی بخشش ہو جائے وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور میری بخشش کے لئے شفاعت کرے گا۔" سب عرض کرنے لگے کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے تو جد امجد خود ساری مخلوق کے شفیع ہیں اس پر آپ نے فرمایا "میں اپنے اعمال سے شرمندہ ہوں۔ قیامت کے دن اپنے جد امجد کے روبرو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا

آپ نے فرمایا کہ جب تک دل غیر اللہ کی محبت و رغبت سے کنارہ کش نہ ہو اسے معرفت الٰہی نصیب اور جب دل غیر اللہ سے جدا ہو جاتا ہے تو اللہ سے واصل ہو جاتا ہے۔

ایک روز کسی نے آپ کو قیمتی لباس میں ملبوس دیکھ کر اعتراض کیا اور کہا کہ اتنا قیمتی لباس اہل بیت نبوت کے لئے کیسے زیب دیتا ہے؟ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین کے اندر پھیرا۔ اندر کا لباس ٹاٹ کی طرح کھردرا تھا۔ آپ نے فرمایا "وہ مخلوق کے لئے اور یہ خالق کے لئے ہے۔"

آپ نے نصیحت فرمائی کہ پانچ لوگوں کی صحبت سے تمہیں ہمیشہ بچنا چاہئے۔ ایک جھوٹا کیونکہ اس کی صحبت تمہیں فریب میں مبتلا کر دے گی۔ دوسرا بے وقوف، وہ جس قدر بھی تمہاری بہتری چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچائے گا۔ تیسرا کنجوس کہ اس کی صحبت سے بہترین اور قیمتی وقت رائیگاں جائے گا۔ چوتھا بزدل کہ وہ وقت آنے پر ساتھ چھوڑ دے گا۔ پانچواں فاسق کہ وہ ایک نوالے کی طمع میں بھی تم سے کنارہ کش ہو کر تمہیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

بقیہ معراج کا سفر

دی ایک خوبصورت عورت نے بہ ہزار عشوہ و ناز متوجہ کرنا چاہا لیکن میں نے منہ پھیر لیا۔ رفیق سفر نے بتایا دائیں طرف کی آواز یہودیت کی تھی بائیں جانب کی پکار عیسائیت کی تھی آپؐ توجہ دیتے تو آپ کی امت ان میں سے ہو جاتی خوبصورت عورت دنیا تھی۔ ادھر آپؐ دیکھتے تو آپ کے امتی دنیا دار ہو جاتے کچھ دیر بعد ایک بڑھیا نظر آئی جو بڑھاپے کی سرحد پر تھی اس نے آواز دی آپ نے توجہ نہ دی راز دان حقیقت نے بتایا اسے دیکھ کر دنیا کی بقیہ عمر کا اندازہ لگا لیجئے۔

(جاری ہے)

بشنو از نے

(منظوم اردو ترجمہ مثنوی معنوی)

محمد یونس سیٹھی وفا

اس سے پیشتر مثنوی مولانا جلال الدین رومی کے چار منتخب حصے مع تعارف و منظوم اردو ترجمہ قارئین گرامی کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں

۔ مولانا رومی نے مثنوی معنوی میں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بڑے عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے اور ہمیں معاملات حیات و ممات کے اسرار و رموز نہایت سادہ اور موثر انداز میں دنیاوی حالات و واقعات کے حوالے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

درج ذیل اشعار میں دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور حیات چند روزہ میں عارضی املاک و دولت پر غرور و ناز ترک کر کے حیات دائمی کی فکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

دنیائے بے ثبات

از بر حق می رسد تفصیل ها
باز هم از حق رسد تبدیل ها

جمله فضل اوست داند اے چنیں
سجده اش از جان و دل آید هیں

حق بدور و نوبت ایں تائید را
می نماید اہل ظن و دید را

هیں بملک نوبتی شادی مکن
اے تو بسته نوبت آزادی مکن

آنکه ملکش برتر از نوبت تنند
بر تر از ہفت انجمش نوبت زنند

برتر از نوبت ملوک باقیند
دور دائم روحہا را ساقیند

چوں بنوبت می دھند ایں دولتت
از چه شد پر باد آخر سبلتت

ترک ایں شرب ار بگوئی یک دو روز
تر کنی اندر شراب خلد پوز

یک دو روزے چه که دنیا ساعتے ست
ہر که ترکش کرد اندر راحتے است

معنی الترک راحت گوش کن
بعد ازاں جام بقا را نوش کن

با سگاں بگذار ایں مردار را
خرد بشکن شیشه پندار را

ترجمہ

ہر فضیلت ہے تری داد خدا
اور تغیر بھی اسی کا معجزہ

ہے یہ سب اس کی عنایت اور عطا
جان و دل سے کیجئے سجدہ ادا

ہیں جدا تائید حق کے مرحلے
اہل دل اہل گماں کے واسطے

خوش نہ ہو اس عارضی املاک پہ
تو ہے قیدی ذکر آزادی نہ کر

رب نے بخشی دائمی حشمت جسے
اس کے چرچے آسمانوں پہ ہوئے

اہل دنیا سے بلند اہل بقا
وہ رہیں گے روح کے ساقی سدا

عارضی ہے جب تری یہ عز و جاہ
کیوں تکبر میں ہوا ہے مبتلا

گر مئے دنیا سے ہو دو دن بھی دور
خلد بھی پائے گا تو جام طہور

زندگی دو دن تو کیا دم بھر کی ہے
جو بھی دنیا چھوڑ دے وہ خوش رہے

ترک کرنے میں ہی راحت ہے سدا
چھوڑ کر دنیا کو پی جام بقا

چھوڑ دے دنیا کو کتوں کے لئے
توڑ دے شیشے غرور و ناز کے

(گزشتہ سے پیوستہ)

بقیہ ایڈز

کی ضرورت پیش آجائے تو اچھی طرح سے یقین کرلیں کہ آپ کو ملنے والا خون ایڈز کے جراثیم سے پاک ہو۔

اگر آپ کو علاج کے لئے ٹیکہ لگوانے کی ضرورت ہے تو ایسی سرنج اور سوئی استعمال کریں جو صرف ایک دفعہ استعمال ہوئی ہو۔

اگر آپ نے کان یا ناک چھدوانا ہیں یا علاج بذریعے آکو پنکچر کرانا ہے تو اچھی طرح تحقیق کرلیں کہ ان چیزوں میں استعمال ہونے والے اوزار پانی میں ابال کر جراثیم سے پاک کرلئے گئے ہیں۔

ایڈز ایک خطرناک بیماری کیوں ہے ؟

ایڈز ایک خطرناک بیماری اس لئے ہے کہ

۱۔ یہ ایک لاعلاج اور مہلک مرض ہے۔ اور ابھی تک اس مرض سے بچاؤ کی ویکسین دریافت نہیں ہوئی۔

۲۔ اگر اس مرض کے جراثیم کسی شخص کو لگ جائیں تو یہ ساری عمر جسم میں موجود رہتے ہیں۔

۳۔ کسی شخص کو دیکھ کر آپ یہ نہیں بتا سکتے کہ اس کے جسم میں ایڈز کے جراثیم موجود ہیں یا نہیں۔ ایک ایسا شخص جو ایڈز کی بیماری میں مبتلا ہو چکا ہو مگر ہو سکتا ہے۔ یہ اس بیماری، علامات اور نشانیاں بالکل موجود نہ ہوں۔ ایسا شخص اپنے جنسی تعلقات سے یا اپنے خون کے عطیہ سے بیماری کے جراثیم تندرست اشخاص تک پہنچا سکتا ہے۔

ہاں ایڈز کے بارے میں جاننے اور نیکی کی راہ اختیار کرنے سے آپ اس مہلک بیماری سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ہمدان اور کشمیر

ڈاکٹر بدرالدین بٹ کویل پلوامہ کشمیر انڈیا

وادی کشمیر میں تحریکی انداز میں اسلام حضرت شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک کوششوں سے داخل ہوا۔ چودھویں صدی عیسوی کے اس عظیم مبلغ و مصلح نے کشمیر کی کایا پلٹ کے رکھ دی یہاں کے دین و مذھب، تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت اور علم و فضل میں ایک تاریخ ساز اور انقلاب انگیز تبدیلی لائی۔

شاہ ہمدان کی خدمات کی اہمیت اور عظمت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس دور کے ھندو سماج، تہذیب و تمدن، اخلاقی اور اور مذھبی صورت حال کا جائزہ لیں۔ دور جدید کے کشمیری ھندو مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام داخل ہونے سے قبل کشمیر سیاسی بے چینی، اخلاقی بے راہ روی اقتصادی بدحالی، اور کھوکھلی مذھبیت کی لعنتوں میں گرفتار ہو چکا تھا۔ پروفیسر این۔ کے زتشی نے کلھن اور جون راج کے حوالے سے اس وقت کے سیاسی، سماجی، اخلاقی اور اقتصادی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے۔

کشمیر میں اسلام داخل ہونے سے قبل تین سو سالہ ھندو دور حکومت وحشت اور مایوسی کا دور ہے۔ زوال عام نے اپنی علامتیں گیارھویں صدی عیسوی سے ہی دکھانا شروع کی تھیں جب سنگرامہ راجہ نے ہرا خاندان کے بانی کی حیثیت سے اپنے آپ کو کشمیر پر مسلط کر دیا۔ انحطاط کا عمل سماجی، اقتصادی سیاسی غرض ہر میدان میں دکھائی دے رہا تھا۔ جیا سمہا (جو کہ آخری ھندو عبقری بادشاہ تھا) کے بعد ھندو راج تیزی سے روبہ زوال ہونے لگا یہاں تک کہ ۱۳۲۰ء میں ابتری کی حالت میں ختم ہو گیا۔

کشمیر کے معمر اور جوان لوگوں نے زندگی کی تمام نفاستیں ترک کی تھیں اور ان کے آپسی جھگڑوں، بد دیانتی اور جھوٹے پن نے ایک مہذب سوسائٹی کا حلیہ ہی بگاڑ کے رکھ دیا تھا اخلاقی اقدار سے لاپروائی کا مرض سوسائٹی کے تمام لوگوں میں سرایت کر گیا تھا۔ کشمیر کا بادشاہ کلش (۱۰۶۳ء۔ ۱۰۸۹ء) ایسی بدلگام اور شہوت پرست زندگی گزارتا تھا کہ جس نے اس کو اپنی بیٹی کی ناموس کو لوٹنے کی حد تک گرا دیا تھا۔ اس کا جانشین

ھرش (۱۰۸۹ء۔ ۱۱۰۱ء) اس حد تک اخلاق باختہ ہو گیا تھا کہ اس نے اپنی بہنوں اور پھوپھیوں کے ساتھ شہوت رانی کی۔ بادشاہ عموماً کمزور، نااہل، بے وقوف اور کٹھ پتلی تھے۔ وہ طاقتور وزیروں اور جاگیرداروں کے ہاتھوں میں کھلونے بن گئے تھے۔ تفرقہ انگیز قوتوں نے سر اٹھایا اور شاہی نزاعوں، سازشوں اور خونیں جنگوں نے ملک کو ابتری اور افراتفری کے گہرے سمندر میں پھینک دیا۔ کشمیر لٹیرے وزیروں اور جاگیرداروں کی ملک بن گیا تھا۔ ان حالات میں امن و امان کو مستقلاً قائم کیا جا سکتا تھا۔ لوگوں کا جان و مال غیر محفوظ تھا۔ لوگ غارت گر سرکاری افسروں اور وزیروں کے غیر انسانی مظالم اور اقتصادی استحصال کا شکار ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے قومی جائداد میں غبن کیا۔ مندروں کی دولت کو لوٹ لیا اور لوگوں سے نقد و جنس چھین لئے۔ عوام بھاری ٹیکسوں تلے کراہتے رہے۔ بار بار کی بغاوتوں اور خانہ جنگیوں نے اندرونی تجارت میں خلل ڈالا اور ایسے مواقع آئے جب بیرونی تجارت بالکل ٹھپ ہو کے رہ گئی۔ تاجروں کا طبقہ لالچی اور بددیانت تھا۔ راجا اننتا (۱۰۲۸ء۔ ۱۰۶۳ء) اس حد تک مقروض ہو گیا تھا کہ اسے اپنا تاج و تخت ایک بیرونی تاجر کو گرو رکھنا پڑا۔

شاہ ہمدان کا نام علی تھا۔ ان کے سال ولادت کے بارے میں تذکرہ نگاروں اور مؤرخوں کے درمیان اختلاف ہے۔ نزھۃ الخواطر، بہروکھان، کشمیر، تحائف الابرار، تذکرہ علمائے ھند، قاموس الاعلام، دائرہ معارف اسلامیہ، میں ان کا سال ولادت ۱۳۱۴ء درج ہے۔ اسی کو پروفیسر محمد ریاض، پروفیسر محب الحسن، پروفیسر رفیقی، ڈاکٹر پارمو اور بامزے نے بھی قبول کیا ہے۔ مگر

صاحب "خلاصۃ المناقب" نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ہمدان کی وفات ۷۸۶ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر تہتر برس تھی۔ اس لحاظ سے آپ کا سال ولادت ۷۱۳ھ ہی بنتا ہے جو ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر کے خیال میں قرین صواب ہے۔ مولانا جعفر بدخشی شاہ ہمدان کے نامور مرید رہے ہیں اور ان کی خلاصۃ المناقب اس سلسلہ میں اہم ترین اور قدیم ترین ماخذ ہے لہذا ان کا سال ولادت ۷۱۳ھ بمطابق ۱۳۱۳ء ہی ماننا پڑے گا۔

شاہ ہمدان کے والد محترم شہاب الدین علوی سید تھے۔ آپ ہمدان کے گورنر (حاکم) تھے۔ لگتا ہے کہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے وہ شاہ ہمدان کی تعلیم و تربیت خود نہیں کر پاتے تھے اس لئے شاہ ہمدان اپنے ماموں اور وقت کے مشہور و معروف صوفی سید علاؤالدولہ سے منسلک ہو گئے۔ ان ہی کی آغوش تربیت میں شاہ ہمدان نے ابتدائی تعلیم و تربیت کے علاوہ قرآن مجید حفظ کیا۔ بارہ سال تک اپنے ماموں کے زیر تربیت رہے۔ اس کے بعد سلوک و طریقت کی تعلیم و تربیت شیخ محمود مزدقانی اور تقی الدین علی دوستی سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ بعض روایات کے مطابق سید علاؤالدولہ سمنانی سے بھی کسب فیض کیا علی دوستی اور محمود مزدقانی کے ہاں شاہ ہمدان کو برسوں کسر نفسی، ضبط نفس، تزکیہ قلب اور تصفیہ باطن کی کڑی اور صبر آزما مشقتوں سے گزرنا پڑا جب جا کے انہوں نے آسمان سلوک پر وہ تابندگی حاصل کی جس نے ایک عالم کو منور کر دیا۔

اپنے استاد شیخ محمود مزدقانی کی ہدایت پر آپ نے تین بار ربع مسکون کے اسلامی ممالک کی سیاحت کی۔ ہر سفر سات سال میں مکمل ہوتا تھا۔ اس طرح انہوں نے اپنی عمر عزیز کے اکیس سال سفر میں گزارے اور بارہ دفعہ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ ان اسفار کا مقصد مقربان خدا سے استفادہ اور دین حق کی تبلیغ و اشاعت ہوتا تھا۔ انہی اسفار میں آپ نے چودہ سو اولیاء اللہ کو دریافت کیا۔ اور ان گمنام اولیاء اللہ کے علاوہ ہزاروں مقربان رب سے ملاقاتیں کیں۔ ہزاروں لوگوں کو اسلام کے آفاقی نظام سے بہرہ ور کیا۔ ان اسفار میں آپ نے مزدقان، ختلان بلخ، بدخشان، ختا، یزد، شام، بغداد، روم، ماوراء النہر، بیت المقدس، سیلون، ایلاق، جبل الفتح، جزیرہ صحف، جبل لبنان، جبل القدوم، گاذرون، جبل الابواب اور کشمیر کی سیاحت کی۔

شاہ ہمدان کے اسفار میں کشمیر کی سیاحت نتائج کے اعتبار سے بہترین مانی جاتی ہے۔ مگر اس سفر کے پس منظر اور محرکات پر بے حقیقت کہانیوں کی تہہ در تہہ گرد جم گئی ہے اور یہ بات قدیم و جدید مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں میں عام طور پر مشہور ہو گئی ہے کہ شاہ ہمدان امیر تیمور کی تہدید کے نتیجے میں کشمیر کی وادی میں وارد ہوئے۔ چنانچہ مرزا اکمل الدین محمد کامل بدخشی کشمیری (م ۱۱۳۱ھ) نے لکھا ہے۔

گر نہ تیمور شور و شر کردی

کے امیر این طرف گزر کردی

اسی کو محمد اعظم دیدہ مری، حسن کھوہامی، حاجی حسین تبریزی، حاجی محی الدین مسکین، بیرو کھمان، طامس بیل، ایس۔ ایم اسڈن، مولانا عبدالحی، علی اصغر حکمت، پروفیسر محب الحسن پروفیسر محمد ریاض، ڈاکٹر پارمو، بامزے اور ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر نے بھی قبول کیا ہے۔

مگر حالات و واقعات کا تجزیہ کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ امیر تیمور اور شاہ ہمدان کے درمیان مخاصمت یا کدورت کی کہانی محض سخن طرازی ہے۔ تیمور بقول یزدی ۷۸۸ھ یا ۷۸۹ھ میں ایران و عراق کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا جبکہ شاہ ہمدان ۷۸۶ھ میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ لہذا امیر تیمور کی تہدید کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے؟

(جاری ہے)

بقیہ قارئین کے خطوط

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں۔ یہ رسالہ نوربخشی نوجوانوں میں ذہنی انقلاب کا باعث ہے اور مذہبی اشاعت کے میدان میں اپنی مثال آپ ہے۔

انور حسین براہوی ڈگری کالج سکردو

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ سالانہ چندہ ارسال خدمت ہے۔ میری طرف سے لداخ لیہ کے تمام نوربخشی بھائیوں کو پرخلوص سلام عرض ہے۔

سپاہی شکور علی کوروی

قسط نمبر۲

اسلامی تصوف اور بزرگان نوربخشیہ

مجاہد حسین کاوش کراچی

ا۔ ارشادات بزرگان نوربخشیہ درباره تصوف

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ

حقیقی تصوف وہ واحد دین ہے جو کہ انسانی زندگی کو نجات کی طرف ضمانت دیتا ہے۔

امام المرشدین حضرت شیخ معروف کرخی

حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسائل بیان کرنا اور مخلوق سے وابستہ نہ کرنا خالص تصوف ہے۔ تصوف یہ ہے کہ آدمی حقائق کو جان لے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز ہو جائے۔ جو فقر سے متصف نہیں وہ تصوف سے بھی متصف نہیں۔

عارف حق حضرت شیخ سری سقطی

تصوف تین معنی کا اسم ہے ایک یہ کہ اس کی معرفت نور ورع کو نہ بجھائے۔ دوسرا علم باطن کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے کتاب کا نقص لازم آتا ہو۔ تیسرا وہ کام کرے کہ لوگ حرام سے محفوظ رہیں۔

سید الطائفہ جنید بغدادی

تصوف نام ہے خلق کا جس کا خلق سب سے بڑھ کر ہے وہ تصوف میں بھی سب سے بڑھ کر ہے۔

تصوف یہ ہے کہ کچھ دیر کے لئے بغیر علاج کے بیٹھے۔

تصوف یعنی ولایت ایک صفت ہے جس میں بندہ کو قائم کیا جاتا ہے۔

عارف رحمان حضرت ابوذر رودباری

ادنیٰ لباس استعمال کرنا، نفس پر ظلم کرنا، تارک الدنیا ہو جانا اور اتباع سنت کا نام تصوف ہے۔

در الٰہی کے سوا تمام در چھوڑنے کا نام تصوف ہے۔

تصوف در محبوب پر ڈیرہ جمانے کا نام ہے چاہے وہ سائل کو رخصت کرے۔

مخلفین کی کدورت سے قلب کو صاف رکھنے کا نام تصوف ہے۔

معدن عرفان حضرت ابو عثمان مغربی

اظہر فقر اول تصوف ہے اور تصوف حال کا چھپانا اور اپنے مال وجاہ کو بھائیوں پر صرف کرنا ہے۔

تصوف کے طریقے میں سالک کے لئے افضل ترین چیز محاسبہ، مراقبہ اور علم کے مطابق عمل کرنا ہے۔

مقتدائے اہل طریقت حضرت ابو نجیب سہروردی

تصوف کی ابتدا علم ہے اوسط عمل ہے اور انتہا بخشش ہے۔

عارف اسرار حضرت سید علی ہمدانی

عابد اپنے عبادت پر اور عارف اپنی معرفت پر اور ذاکر اپنے ذکر پر اور شاکر اپنے شکر پر فخر نہ کرے بلکہ عارف یوں کہے کہ اے میرے رب تو پاک ہے تجھے جتنا پہچاننے کا حق ہے اتنا میں نے تجھے نہیں پہچانا۔ عابد کا قول ایسا ہو کہ میرے رب تو پاک و

(باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارہ کے نام بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں تاکہ عوام کو دور حاضر میں درپیش ضروری مسائل وغیرہ کے مخصوص احکام دریافت کرنے میں کوئی دقت نہ رہے۔ اس شمارے کے لئے لداخ نوبرا (انڈیا) کے غلام محمد صوفی صاحب کے ارسال کردہ چند سوالات کے جوابات شائع کئے گئے ہیں۔ سوالات کی تفصیل کچھ یوں ہے

سوال نمبر ۱۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منانا اور اس موقع پر منعقدہ اجتماعات میں شرکت کرنا اور مقررین کی تقریر پر کان دھرنا روا ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۔ شب عاشور اور صبح عاشور کے مواقع پر زنجیر زنی جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۔ قبرستان میں تلاوت قرآن کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۴۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے گھر پر ختم قرآن کا اہتمام کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۵۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے عوام اور غربا کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۶۔ حضرت شاہ ہمدانؒ بلتستان کے کن کن مقامات پر تشریف لائے تھے؟

سوال نمبر ۷۔ مسجد کے اندر خیراتی چیزیں کھائی جا سکتی ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۸۔ عاشورا کے موقع پر جانور وغیرہ ذبح کر کے لوگوں میں خیرات کی تقسیم کی جائے تو کیسا ہوگا؟

سائل غلام محمد صوفی لداخ (انڈیا)



غلام محمد صوفی ڈسکٹ انڈیا

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیغمبر رحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم ولادت باسعادت کے مواقع پر خطابات سننا نہ صرف جائز ہوگا بلکہ اس پر ثواب عظیم مرتب ہوگا۔ چنانچہ آج کل اس بابرکت موقع پر اجتماعات ہوتے ہیں اور سیرۃ طیبہ کا بیان اور نعت خوانی ہوتی ہے۔ تاہم یہ امور ریاکاری سے منزہ اور قربۃ الی اللہ کی غرض سے انجام پذیر ہوں تو بہتر ہے ورنہ صرف دنیوی رسم کے تحت ایک قسم کی سالگرہ کی تقریب قرار پائے گی

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شب عاشور ہو یا صبح عاشور ہو یا ماتم کا موقع ہو ان مواقع پر زنجیر زنی شرعاً جائز نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قرآن پاک کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر ثواب مرتب ہوتا ہے لہذا مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے قبرستان جا کر قرآن کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جی ہاں۔ میت کو ثواب پہنچانے کے لئے آپ اپنے گھر پر ختم قرآن کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ اس میں ثواب ہی ثواب ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۳

دنیائے تصوف کی خبریں

محمد انور تھلوی

لداخی نور بخشیوں کے نام ایک خط

جناب سید مرتضیٰ علی صاحب اور برادران ایمانی

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

نوائے صوفیہ کی وساطت سے آپ لوگوں کا مذہب صوفیہ نوربخشیہ کے ساتھ خلوص ولگن اور عقیدت کے جذبات دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی۔ پاکستان اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بسنے والے جملہ اہل صوفیہ نوربخشیہ ان نیک جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ الحمد اللہ اس وقت سلسلہ الذہب مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے پیروکار کم وبیش دنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق ایران، مصر، عراق، یمن اور افریقہ کے کئی ممالک میں بھی سلسلہ ذہب سے تعلق رکھنے والے کافی تعداد میں موجود ہیں۔ خصوصاً عراق، ایران، متحدہ عرب امارات وغیرہ میں مذہب صوفیہ سے تعلق رکھنے والوں سے ہماری ملاقات ہو چکی ہے، لیکن ہم بد قسمتی سے اب تک ان لوگوں سے باقاعدہ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اس کی بھی کئی وجوہات ہیں لیکن انشاء اللہ ایک نہ ایک دن ہم ان لوگوں سے بھی رابطہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، جس طرح نوائے صوفیہ کے ذریعے ہندوستان میں مقیم اہل صوفیہ نوربخشیہ سے ہمارا رابطہ ہوا ہے۔ ہم آپ لوگوں کے مسائل سے بخوبی آگاہ ہیں انشاء اللہ ہم ہر ممکن طریقے سے آپ لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کریں گے۔

محمد صادق صدرو
محمد جابر جنرل سکریٹری
تحریک احیائے صوفیہ نوربخشیہ
کویت

مسجد شاہ ہمدان سکردو میں محفل معراج النبی کا انعقاد

۲۷ رجب المرجب کو مسجد شاہ ہمدان سکردو میں مدرسہ شاہ ہمدان کے طلباء نے معراج النبیؐ کے موقع پر ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں جناب بابو ذاکر صاحب کریسی مہمان خصوصی تھے۔ محسن علی نے تلاوت کلام پاک کی اور قاری غلام رسول نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ مقررین نے جن میں طالب علم محمد اشرف، غلام حسن غنی، محمد قسیم شگری محمد حسین، محمد اقبال جاوید شگری، کاچو اختر حسین، بابو ذاکر صاحب، اور صدر جلسہ مولانا یوسف صاحب شامل تھے، معراج النبیؐ کے موضوع پر ایمان افروز تقریریں کیں۔

غلام نبی تھگسوی سکریٹری نشرواشاعت

یوم پیدائش امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ

۲۴ نومبر کو اہل صوفیہ نوربخشیہ تھلے برکھور نے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے یوم پیدائش کے موقع پر ایک جلسہ کا اہتمام کیا جس کی صدارت مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کی اور جناب مولانا عبدالسلام صاحب کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیا گیا۔ اس تقریب میں علاقے کے علمائے کرام، معززین اور عوام الناس کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ مدرسہ مظہر العلوم کے طلباء نے بھرپور حصہ لیا اور طالب علم محمد یونس، محمد ابراہیم، جناب مولانا محمد ابراہیم اور مولانا عبدالسلام نے حضرت امیر کبیرؒ کی حیات و تعلیمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

اشرف حسین تھلے برکھور



انتظامی و تعلیمی ڈھانچہ جامعہ اسلامیہ نوربخشیہ ہچی خپلو گانچھے

نام منتظمین

نگران اعلیٰ ۔ فاچو عبدالقدوس
صدر ۔ اخوند محمد حسن
نائب صدر ۔ محمد یعقوب
جنرل سکریٹری ۔ محمد رضا ہچی
ناظم مالیات ۔ اخوند محمد ذاکر
آفس سکریٹری ۔ محمد اشرف

نام معلمین

صدر معلم ۔ اخوند محمد ابراہیم
معلم ۔ اخوند فدا علی
معلم ۔ اخوند محمد علی
نگران ۔ کاچو ولایت علی
ناظم تعلیمات ۔ مولوی عبدالحمید
معلمہ ۔ ذکیہ بتول

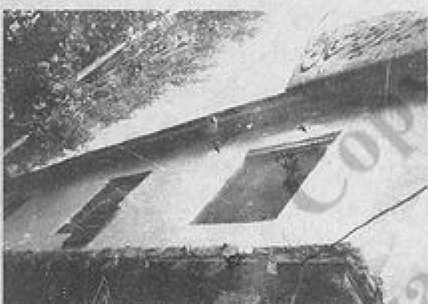
درجہ بندی

درجہ اولیٰ ۔ ابتدائی قاعدہ
درجہ ثانیہ ۔ قرآن شریف
درجہ ثالثہ ۔ دعوات صوفیہ
درجہ اربعہ ۔ فقہ الاحوط وعربی قواعد
درجہ خامسہ ۔ ترجمۃ القرآن وعربی قواعد
درجہ سادسہ ۔ اصول اعتقادیہ وعربی قواعد

تعداد طلباء و طالبات

جنوری فروری ۱۹۹۶ء میں طلباء کی مجموعی تعداد ۳۳۵ اور طالبات کی مجموعی تعداد ۲۲۵ تھی ۔ اس طرح کل ۵۶۰ طلباء و طالبات اس مدرسے میں زیر تعلیم تھے ۔

مولوی عبدالحمید ناظم تعلیمات





جامعہ اسلامیہ نوربخشیہ خپلو ہچی کی لائبریری

انجمن صوفیہ نوربخشیہ سینو کا قیام

اہل صوفیہ نوربخشیہ سینو نے فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ سب ڈویژن مشہ بروم میں جہاں لوگوں کی اکثریت غیر تعلیم یافتہ اور سادہ لوح ہے کچھ عناصر عوام کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے انہیں دین سے بیزار کرنے کے درپے نظر آتے ہیں اس لئے ان حالات میں ایک دینی تنظیم کا قیام عمل میں لایا جانا ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق انجمن صوفیہ نوربخشیہ سینو کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اراکین انجمن نے اپنے مسلک کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا عہد کیا ہے۔

کابینہ کے اراکین کے نام یہ ہیں۔

صدر۔ ڈاکٹر محمد یوسف
سینئر نائب صدر۔ حاجی غلام حیدر
نائب صدر۔ فدا محمد سرکردہ
جنرل سکریٹری۔ حاجی محمد ابراہیم
نائب جنرل سکریٹری۔ ممتاز حسین
سکریٹری نشرواشاعت۔ غلام عباس
نائب سکریٹری نشرواشاعت۔ محمد خلیل
فنانس سکریٹری۔ محمد چو
نائب فنانس سکریٹری۔ محمد حسین

غلام عباس سکریٹری نشرواشاعت

رضا ذیشان کا سانحہ ارتحال

NYF پاکستان کراچی کے سرگرم رکن اور سوشل سکریٹری رضا ذیشان مختصر علالت کے بعد کراچی میں انتقال کر گئے۔ تنظیم کے زیر اہتمام ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں مرحوم کی روح کی ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی اور لواحقین کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ اراکین ادارہ نوائے صوفیہ نے بھی رضا ذیشان کے انتقال پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے

محمد باقر دارا صدر NYF

جشن مولود کعبہ

۱۳ رجب المرجب کو میر عارف ہاؤس میں یوم مولود کعبہ نہایت عقیدت اور احترام سے منایا گیا۔ جس میں شکور علی معصوم صاحب نے سیرت امیر المومنین علیہ السلام کے مختلف پہلوؤں پر خوبصورت اور سیر حاصل تقریر کی۔

محمد ابراہیم دانش

شگر میں محفل میلاد

۲۷ رجب کو شگر میں ایک محفل میلاد کا انعقاد ہوا جس میں سید محمد ابراہیم صاحب اور مولانا علی محمد ہادی صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہوئے اتباع سنت کو اہل صوفیہ نوربخشیہ کی امتیازی خصوصیت قرار دیا۔

غلام مہدی عارف وزیرپور مضلو شگر

NYF شگر کے سالانہ انتخابات

۱۴ نومبر ۱۹۹۶ء کو بچھو گلاب پور میں این۔وائی۔ایف کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں معروف علمائے دین سید نواز حسین شگری، علامہ علی محمد ہادی اور علامہ محمد اسماعیل نے شرکت فرمائی۔ اجلاس میں این۔وائی۔ایف کی نئی کابینہ بھی تشکیل دی گئی جس کے ارکان کے نام درج ذیل ہیں۔



جعفر علی شگری صدر NYF بچھو گلاب پور

صدر۔ جعفر علی شگری
نائب صدر۔ علی خان
جنرل سکریٹری۔ اصغر علی
جوائنٹ سکریٹری۔ محمد ابراہیم
رابطہ سکریٹری۔ ممتاز علی
آفس سکریٹری۔ زمان علی
خزانچی۔ نثار علی
نائب خزانچی۔ شکور علی
ناظم اعلیٰ۔ علی محمد

اصغر علی تبسم جنرل سکریٹری

باقی صفحہ نمبر ۴۰ پر

منزہ ہے میں نے تیری اتنی عبادت نہیں کی جتنی عبادت تیرا حق ہے۔ ذاکر کا اقرار ایسا ہو کہ اے میرے پروردگار میں نے تیرا اتنا ذکر نہیں کیا جتنا ذکر کرنے کا حق ہے۔ شاکر کا تسلیم ایسا ہو کہ اے میرے پالنہار تیرا اتنا شکر بجا نہیں لایا جتنا تیرے شکر کا حق ہے۔

بزرگان نوربخشیہ

مذہب صوفیہ کے بارے میں سید العارفین غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخش کا قول مبارک ہے "جان لو کہ صوفیاء کا مذہب سیدھا ترازو ہے اور حق اور یقین کا راستہ ہے جس میں کوئی غلو، کمی، زیادتی، نقصان اور افراط و تفریط نہیں ہے اور جن کے متعلق بھلائی کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن اکثر لوگ نا سمجھ ہیں۔ وہ بیماریوں اور مصائب میں جا پڑے ہیں۔ انہوں نے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ بعض نے بعض کے خلاف بڑی بہتان تراشیاں کیں اور پھر بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور آپ کے صحابہ اور آپ کی ازواج مطہرات اور ان کے بعد کے عارفین کے متعلق محبت اور عداوت میں غلو اختیار کیا۔ اور استقامت اور اعتدال کی راہ چھوڑ دی۔ ان میں سے بعض نے مجذوب ابدالوں کے اقوال اور معذورات افعال کو دیکھا مگر اپنی کج فہمی کے باعث ان کے اقوال اور افعال کا مقصد نہ سمجھے اور ان کو طعن کا نشانہ بنایا اور ان کو زندیق۔ حلولی۔ ملحد کافر اور بدعتی ٹھہرایا اور انہیں ہر طرح کی اذیتیں دیں مگر انہوں نے (یعنی صوفیاء نے) رضائے الٰہی کی خاطر بڑا اچھا صبر کیا۔"

مذہب حقہ کے سولہویں مرشد عارف حقیقت حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی عم محترم سید علی ہمدانی فرماتے ہیں۔ ایک دن شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ حدیث نبویؐ میں ہے کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے ان میں سے ایک ناجی باقی سب جہنمی ہوں گے۔ ہر فرقہ کا دعویٰ ہے کہ وہ ناجی اور باقی سب ناری ہیں۔ تم کس کی پیروی کرو گے؟ میں نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں رہنمائی کے لئے فریاد کی۔ اسی وقت میرے دل پر القاء ہوا کہ تمام تر اختلافات کے باوجود یہ امت صرف سات گروہوں میں منقسم ہے۔ جبریہ، قدریہ، معطلہ، مشتبہہ، خارجی، رافضی اور سنی، جو گروہ غلو اور تقصیر (افراط و تفریط) سے پاک ہو۔ اس کی پیروی کرو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ جبریہ توحید میں غلو کرتا ہے قدریہ قدرت الٰہیہ میں کمی کرتا ہے۔ معطلہ تنزیہ میں تجاوز کرتا ہے۔ مشتبہہ شریعت میں بے ادب ہے خارجی بددیانت اور دشمن اہل بیت ہیں۔ رافضی حرم رسولؐ کے بارے میں بدگوئی کرتے ہیں اور دشمن صحابہؓ ہیں۔ مجھے اہل سنت کے چاروں امام اس الہام کے بالکل موافق معلوم ہوئے۔ پس میں ان کی پیروی کرنے لگا میں نے دیکھا کہ ان کے پیروکار بحث و جدال اور تعصب و عصبیت کی طرف بہت مائل ہیں۔ جس کی وجہ سے میں ان سے بھی بیزار ہوا۔ تاہم ان کی پیروی کو ہی غنیمت جانا اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید بھی رکھی کہ وہ مجھے اس مرحلے میں بھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔

ناگاہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لازوال فضل و کرم کے ذریعے میرے دل کے پردے اٹھا دیئے میں نے عالم غیب میں ایک واقعہ دیکھا۔ وہاں اہل صفا کا ایک گروہ آ پہنچا جن سے بوئے محبت آتی تھی میں نے انہیں سلام کیا۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ وہ صوفیہ کہلاتے ہیں۔

الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ کو صوفیہ کا مذہب پسند آگیا اور آپ اہل صوفیہ کے بے حد مشتاق ہوئے۔ ان تک رسائی کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہے۔ توفیق خداوندی شامل حال ہوئی آخر کار آپ نے مذہب صوفیہ کو حقیقی معنوں میں پا لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تاہم یہ حقیقت ہے کہ جب تک توفیق خداوندی نصیب نہ ہوئی تب تک مجھے دین و مذہب میں سکون نہیں ملا۔ توفیق کے بارے میں مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب یوں فرماتے ہیں۔ لا قائد کالتوفیق۔ توفیق کے مانند کوئی رہنما نہیں ہے۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے۔ اب مذہب صوفیہ کا لغوی تجزیہ ملاحظہ فرمائیں۔

مذہب۔ راہ یا چلنے کا راستہ۔ مجازاً دین، آئین۔ یہ عربی لفظ ہے۔ یہ ذہب سے نکلا ہے اور ظرف مکان کا صیغہ ہے۔

صوفیہ۔ عبادت گزاروں کی جماعت جو پہلے مخصوص کا درجہ رکھتی تھی۔ اور اب عام کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

(جاری ہے)

قارئین کے خطوط

غلام مہدی تصوفی

ہمیں آپ لوگوں پر فخر ہے۔ اس تبلیغی جریدے کو ہم تک پہنچاتے رہیں کرم نوازی ہوگی۔ ہمارے گاؤں کے تمام ہم مذہب بھائیوں اور بہنوں کی جانب سے وہاں تمام دینی بھائیوں کو سلام کہہ دیں۔ چند مسائل کے جواب مطلوب ہیں نوائے صوفیہ میں جگہ دے کر مستفید فرمائیں۔

غلام محمد صوفی
ڈسکٹ لداخ انڈیا

نوائے صوفیہ کی تیسری سالگرہ مبارک ہو۔ میں بھی مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں تاکہ یہ معیاری رسالہ ہمیشہ جاری رہے۔ چندے کی رقم ارسال خدمت ہے۔

غلام حسین شاہ کوٹ

مضمون فقہی مسائل بہت پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مشن میں کامیابی اور ترقی عطا فرمائے۔

محمد یونسؔ بانپی

نوائے صوفیہ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ امید ہے آئندہ بھی اس خوشی کو برقرار رکھنے کے لئے رسالہ ارسال کرتے رہیں گے۔ آپ لوگوں کی کوششوں سے ہمارا مسلک پاکستان میں ترقی کر گیا ہے۔ ہمارے ہاں پہلے 80% نوربخشی آباد تھے مگر تبلیغ نہ ہونے کی وجہ سے اب 60% رہ گئے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کتابوں کی عدم دستیابی ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ بدقسمتی سے رسالہ بڑے انتظار کے بعد ملتا ہے۔ میں ہر شمارے کا شروع سے آخر تک حرف بہ حرف اور بار بار مطالعہ کرنے کا عادی ہوں اور ہر مہینے کی ابتدا کا بے چینی سے انتظار کرتا ہوں کہ کاش رسالہ پہلے ہفتے میں ہی موصول ہو۔ اس خط کے ساتھ چند سوالات بھی ارسال ہیں۔

محمد صادق سرکی سکردو

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ گزشتہ دو شمارے نہ ملنے کے باعث پریشان ہوں۔ لہٰذا بھائیوں خصوصاً سید مرتضیٰ علی اور غلام محمد صاحب کو سلام عرض ہے۔

سجاد حسین صابر خپلو

رسالے کا مستقل خریدار ہوں۔ رسالے میں شریعت محمدیہ کے تحت چھپنے والے مضامین کی بدولت نئی نسل فقہی مسائل سے خوب آگاہ ہو رہی ہے۔ اور علمائے کرام اور تعلیم یافتہ حضرات کی پوشیدہ صلاحیتیں بھی اجاگر ہو رہی ہیں جس کے باعث اہل تصوف کے فکری انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ لہٰذا بھائیوں کو سلام عرض ہے۔

غلام عباس عاصی بلغاری NLI

نوائے صوفیہ نظروں سے گزرا تو اس کو شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا۔ میں نوربخشی ہوں اور ہمارے ہاں جامعۃ الصفہ بھی قائم ہے۔ رسالے کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں رسالے کی قیمت ارسال کروں گا۔

محمد عبداللہ خان کریس

نوائے صوفیہ صوفیہ نوربخشیہ کے تمام جوانوں، بچوں اور بوڑھوں کے دلوں کی دھڑکن ہے جس کو پڑھ کر روح کو سکون اور قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس میں چھپنے والی نظمیں مجروح دلوں کا مرہم ہیں۔

اقبال حسین مرخوتوی
جی۔ ڈی۔ ایس کالج لاہور

عرصہ تین سال سے نوائے صوفیہ کا قاری ہوں۔ یہ رسالہ واقعی احیائے تصوف کا علمبردار ہے۔ اس کی اشاعت سے ہمیں احکام دینی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ راجؔ کوروی کی نظم "نوربخش ہمارا رہبر" بہت پسند آیا۔

عبدالرحیم دیال سنگھ کالج لاہور

The Monthly **NAWA-I-SUFIA** Islamabad
Reg. No.B/1-D-97



خانقاہ نور بخشیہ سلترو بلت